جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد ۲۳ نمبر

شمارہ نمبر ۱۰

ربیع ثانی / جمادی اول ۱۴۳۹ھ / جنوری ۲۰۱۸ء

زرتعاون

فی شمارہ ——— ۱۵/روپے

سالانہ زرتعاون ——— ۱۵۰/روپے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM URDU MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

طلاق کا مجوزہ بل ---ایک جائزہ

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ہمارے مذہبی شعار میں ایک بڑی اہم چیز ''طلاق'' ہے،میاں بیوی جو چند قول وقرار کے ذریعہ شرعی اصولوں کی روشنی میں زندگی ''نکاح'' جیسے مقدس رشتہ سے منسلک ہوکر پیار، محبت، الفت اور خوشگوار عائلی زندگی گزارنے کا عہدو پیمان کر لیتے ہیں، اگر کسی وجہ سے پیار و محبت اور عائلی زندگی میں امن وسکون غارت ہورہا ہو، اس رشتۂ مناکحت کو باقی رکھنے کی تمام تر تدبیریں ناکام ہورہی ہوں تو مذہبِ اسلام نے اس کے لئے ''طلاق'' کے نام سے ایک اصول اورضابطہ بنا رکھا ہے جس کے ذریعہ زوجین ایک دوسرے سے علاحدہ ہوجاتے ہیں اور شریعت کے متعین کردہ ضابطوں کی تکمیل کے بعد دونوں کو اپنی اپنی زندگی گذارنے کا حق ملتا ہے۔

اس وقت برسرِ اقتدار ہندوستانی حکومت مسلمانوں کے اسی خالص دینی معاملہ ''طلاق'' کے سلسلہ میں کافی سرگرم ہے، اوراس کو ایک اہم مسئلہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور ہندوستانی عدلیہ بھی اس معاملہ میں دلچسپی لے رہی ہے، گذشتہ دنوں سپریم کورٹ میں اس مسئلہ کو لے کر خوب گرما گرم بحثیں رہیں، ۲۲ر اگست ۲۰۱۷ء کو سپریم کورٹ کی جانب سے طلاق ثلاثہ سے متعلق جو فیصلہ سنایا گیا تھا اس میں بنیادی طور پر دو باتوں کی صراحت کی گئی تھی، ایک یہ کہ مسلم پرسنل لا بنیادی حق ہے جس میں نہ سپریم کورٹ تبدیلی کرسکتی ہے اور نہ پارلیمنٹ اس کے خلاف قانون سازی کی مجاز ہے، فیصلہ کا دوسرا حصہ طلاق ثلاثہ سے تعلق رکھتا ہے، عدالت عظمی کے فیصلہ کے مطابق اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دے دی تو وہ کالعدم مانی جائے گی، اور زوجین کی ازدواجی زندگی پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، عدالت کا یہ

فیصلہ آنے کے بعد مرکزی وزیر قانون نے میڈیا میں یہ اعلان کیا تھا کہ اس فیصلہ کے بعد قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد حکومت کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ چوں کہ عدالتی فیصلہ کے باوجود طلاق ثلاثہ کا سلسلہ تھما نہیں، اس لیے حکومت اس کے خلاف قانون سازی کرے گی، پھر عجلت کے ساتھ گروپ آف منسٹرس بھی تشکیل دیا گیا جس نے قانونی مسودہ کو تیار کر کے صوبائی حکومتوں کو روانہ کردیا، اور ان سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ اپنی رائے دیں۔

آخرکار ۱۵/دسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی کابینہ نے اس قانونی مسودہ کو منظوری دے دی، جس میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ :ایک مجلس میں تین طلاق غیر قانونی عمل ہے؛ جس پر تین سال قید کی سزا دی جائے گی، حکومت اس قانون کو لاگو کرنے میں پرعزم معلوم ہوتی ہے،

طلاقِ ثلاثہ سے متعلق مجوزہ بل اگر قانونی شکل اختیار کرلیتا ہے تو پھر طلاقِ ثلاثہ غیر قانونی قرار پائے گا، اور اس کے مرتکب مسلمان کو کرمنل مانا جائے گا، اور عدالت ایسے شخص کے لیے تین سال کی سزا اور جرمانہ بھی عائد کرے گی، مزید یہ کہ تین سالہ سزا کے دوران بیوی اور نابالغ بچوں کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، نیز نفقہ کی حد عدالت طے کرے گی، اسی طرح نابالغ اولاد کی کسٹڈی حاصل کرنے کا بیوی کو اختیار ہوگا۔

ایک مشہور اسلامی اسکالر نے اِس مجوزہ بل کا بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے جو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

’’جہاں تک حکومت کے مجوزہ قانون کی بات ہے ابھی اس کی تمام تفصیلات سامنے نہیں آئی ہیں لیکن جو کچھ اخبارات میں شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون کا مسودہ تو تیار کرلیا گیا ہے لیکن اس میں جو نقائص ہیں ان پر دھیان نہیں دیا گیا ہے، مثال کے طور پر یہ بات کہ ایک طرف عدالت تین طلاق کو کالعدم قرار دے چکی ہے، دوسری طرف وہ اسے قابل سزا جرم بھی سمجھ رہی ہے، سوال یہ ہے کہ جب تین طلاق واقع ہی نہیں ہوں گی تو جرم کیسا، اور اس پر سزا کا کیا مطلب، فرض کیجئے کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں، عدالت کا کہنا ہے کہ یہ تین طلاقیں واقع ہی نہیں ہوئیں، گویا جس عورت کو طلاق دی گئی ہے وہ بدستور اس کی بیوی ہے، اس صورت میں تین سال کی

سزائے قید کیوں دی جارہی ہے؟ حکومت کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے کہ اس نے عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا ہے یا نہیں، اگر برقرار رکھا ہے تو یہ سزا ایسے جرم پر سنائی جارہی ہے جو ابھی واقع ہی نہیں ہوا، اور اگر برقرار نہیں رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، یہی شریعت بھی کہتی ہے، اس صورت میں حکومت کو صاف صاف اعلان کردینا چاہئے کہ تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہوجائے گی مگر اس کا یہ عمل قابل سزا ہوگا۔

اس اعلان کے بعد ہوسکتا ہے کہ مسلمان اور حکومت کے درمیان مجوزہ قانون کے حوالے سے اتفاق رائے کی کوئی صورت نکل آئے ،لیکن عدالتی فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے سزا سنانے کا قانون بہت سی پیچیدگیوں کا حامل ہے، سب سے بڑی پیچیدگی تو یہی ہے کہ تین طلاق دینے والا تین سال کے لئے جیل چلا جائے گا اور وہ جرمانہ بھی ادا کرے گا، اس کا براہ راست نقصان اس عورت کو ہوگا جو قانون کی نظر میں اس کی بیوی ہے، تین سال کے لئے وہ کیا کرے گی، اس کے اخراجات کون برداشت کرے گا، اس کے بچوں کی کفالت کس کے ذمے ہوگی، قانون بناتے وقت ان سوالات کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔

فرض کیجئے حکومت تین طلاق کو تسلیم کرتی ہے، یعنی اس کو واقع مانتی ہے، اس صورت میں شوہر کا تین سال کے لئے جیل جانا خود مطلقہ کے لئے اس لئے نقصان دہ ہے کہ عدت طلاق کے دوران اپنے اخراجات کے لئے کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گی، نابالغ بچوں کی کفالت کون کرے گا، مجوزہ قانون میں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے تھا۔

بعض اوقات طلاق عورت کی ضرورت اور مجبوری بن جاتی ہے، سزا کی صورت میں کوئی مرد طلاق نہیں دے گا، اور عورت زندگی بھر ناپسندیدہ شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوگی، خلع گلوخلاصی کی ایک صورت ہے، مگر ضروری نہیں ہے کہ عورت خلع حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہو، اس صورت میں عورت کے سامنے گھٹ گھٹ کر مرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا، مجوّزہ قانون میں ایسی مجبور عورتوں کے لئے گلوخلاصی کی کیا صورت تجویز کی گئی ہے۔ تین طلاق کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں

بھی یہ قانون پیچیدگی سے خالی نہیں ہے، ایک تو یہ کہ حکومت اور قانون کی نظر میں یہ عورت اس کی بیوی رہے گی، اور بیوی ہونے کی حیثیت سے وہ جملہ حقوق کی مستحق بھی ہوگی، لیکن شریعت کی نظر میں وہ بیوی نہیں ہوگی، جو میاں بیوی شریعت پر کاربند ہوں گے ہوسکتا ہے وہ باہمی مفاہمت سے اپنے درمیان دوری بنائے رکھیں، لیکن جو شریعت کے پابند نہیں ہیں وہ کھلے طور پر مسلسل گناہ میں مبتلا رہیں گے اور ان کی سماجی حیثیت بھی مجروح ہوگی۔

فرض کیجئے ان میں سے ایک پابند شریعت ہے اور دوسرا نہیں ہے تو پابند شریعت کے لئے یہ قانونی اور غیر شرعی تعلق مسلسل عذاب جان بنا رہے گا، شریعت پر عمل کرنے والے میاں بیوی ہوسکتا ہے ایک دوسرے سے دور رہنے میں کامیاب رہیں لیکن اس صورت میں بھی عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی کیوں کہ قانون کی رو سے وہ ابھی تک کسی کی بیوی ہے اگرچہ شریعت کی نظر میں وہ آزاد ہے اور شادی کرسکتی ہے، مرد البتہ دوسرا نکاح کرسکتا ہے مگر وہ بھی اس صورت میں کہ دوسری شادی کی ازروئے قانون اجازت ہو۔''

ان جیسے مسائل کے پیچھے جہاں حکومت کی بدنیتی کارفرما ہے وہیں دین سے دوری اور دینی علوم اور شرعی قوانین سے ہماری ناواقفیت سے بھی یہ تمام باتیں سامنے آرہی ہیں، اس لیے اس وقت حالات کا تقاضا ہے کہ دعوت دین اور لوگوں میں شریعت کی پابندی کے لیے ایمانی محنت کو عام کیا جائے، قانون شریعت اور تحفظ عقائد کے سلسلے میں کوششیں کی جائیں، یقیناً دینی اعمال میں ہماری سستی، خدائی احکام سے روگردانی نے مصائب ومشکلات کو ہمارے اوپر مسلط کیا ہے، جب اجتماعی طور پر یہ زہر سرایت کرجاتا ہے تو پھر پوری قوم مصیبتوں کی جکڑ بندیوں میں گرفتار ہوجاتی ہے، ظالم کا ظلم، اس کی بدنیتی اور اس پر نالہ وشیون بجا لیکن خود احتسابی کی بھی ضرورت ہے کہ پانی ہمارے گھر میں کہاں اور کیوں مر رہا ہے، پہلے داخلی فتنوں کو ختم کیا جائے، خارجی یورشیں خود بخود سرد پڑ جائیں گی۔

درسِ قرآن

ایک گناہ دوسرے کا سبب بنتا ہے

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (آل عمران ۱۵۵)

تم میں سے جولوگ پیٹھ پھیر گئے تھے جس دن دو جماعتوں میں مقابلہ ہوا، بس اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شیطان نے ان کوڈ گمگا دیا تھا بعض گناہوں کی وجہ سے، اور یقین رکھو کہ اللہ نے ان کو معاف فرما دیا، واقعی اللہ تعالی بڑے مغفرت فرمانے والے، بڑے حلم والے ہیں۔

تشریح: بلاوجہِ شرعی میدان جنگ سے ہٹ جانا گناہ ہے، غزوۂ احد کے آخری مرحلہ میں، صحابہ کرام میدان جنگ سے ہٹ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گئے تھے، اس گناہ کے صدور اور میدان سے انتشار کا سبب کیا ہوا، مذکورہ بالا آیت شریفہ میں اسی کو بیان کیا جارہا ہے کہ اس کی وجہ اور سبب ایک اور گناہ: رسول کے فرمانے کے باوجود مقررہ جگہ اور مورچہ کو چھوڑ دینا: ہے۔(**التي هى مخالفة امر النبي عليه السلام وترك المركز والحرص على الغنيمة، روح البيان ۲/۱۱۳**)

مذکورہ واقعہ کو سمجھنے کے لئے غزوۂ احد کے واقعاتی پس منظر کو سمجھنا ازبس ضروری ہے۔

۱۷/رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں جنگ ہوئی، جس میں کفار مکہ کے ستر ۷۰ نامور اشخاص مارے گئے، اور ستر ۷۰ ہی گرفتار ہوئے، اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے قریش کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا، جو کفار مارے گئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی، اور آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم مسلمانوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ نہ لے لیں، چین سے نہ بیٹھیں گے اور یہ بھی طے پایا کہ فی الحال تجارتی قافلہ ملک شام سے جو مال لایا

ہے وہ سب اسی مہم پر خرچ کیا جائے، تا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا اچھی طرح بدلہ لے سکیں، سب نے منظور کیا اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے، حتی کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تا کہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر، پسپائی سے روک سکیں، اور انھوں نے یہ کیا بھی، جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ منورہ کے مشہور پہاڑ ''اُحد'' کے قریب خیمہ زن ہوا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا کہ کیا کیا جائے ؟۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، مگر بعض پر جوش مسلمان جنھیں بدر کی شرکت نصیب نہیں ہوئی تھی اور اب شوقِ شہادت ان کو بے چین کر رہا تھا، وہ مُصِر ہوئے کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے، تا کہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے، کثرت رائے اسی طرف ہوگئی، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی موافقت فرمائی، اور مدینہ منورہ سے نکل کر میدان جنگ میں پہنچ گئے، آپؐ نے بہ نفس نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں، صف آرائی اس طرح کی کہ ''احد'' کو پشت کی جانب رکھا، اور دوسرے انتظامات اس طرح کئے کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر کو عَلَم (جھنڈا) عنایت کیا، حضرت زبیر بن عوامؓ کو ایک فوجی دستے کا افسر مقرر کیا، حضرت حمزہؓ کو اس حصۂ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے، پشت کی جانب ''احد'' کی ایک گھاٹی اور درّہ سے یہ احتمال تھا کہ دشمن اُدھر سے آ کر حملہ نہ کر دے، اس لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں اس مقام اور گھاٹی پر متعین کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ پشت کی جانب ٹیلہ پر حفاظت کا کام انجام دیں، اور اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، لڑنے والوں کی فتح وشکست سے تعلق نہ رکھیں، وَأَجْلَسَ جَيْشًا مِنْ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ بِسَفْحِ الْجَبَلِ وَقَالَ انْضَحُوا عَنَّا بِالنَّبْلِ لَا يَأْتُوْنَا مِنْ وَّرَائِنَا وَلَا تَبْرَحُوا غُلِبْنَا أَوْ نُصِرْنَا (جلالین)، قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے بھی ترتیب سے صف آرائی کی، اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔

ابتدائی طور پر مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا، یہاں تک کہ کفار کی فوج میں ابتری پھیل گئی، جس سے مسلمان یہ سمجھے کہ ہمیں کامل فتح ہوگئی، اور وہ مال غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے، اور جن تیراندازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کی جانب حفاظت کے لئے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے، تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے، اس دستہ کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا، مگر چند آدمیوں کے سوا دوسروں نے کہا کہ حضور کے حکم کی تعمیل تو مؤقت :ایک خاص وقت تک : یعنی فتح ملنے تک تھی، اب ہمیں سب کے ساتھ مل جانا چاہئے، اس موقع سے خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اس وقت لشکر کفار کے ایک فوجی دستہ کی کمان کر رہے تھے، بروقت فائدہ اٹھایا، اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درّہ سے حملہ کر دیا، عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو ہمت وشجاعت سے روکنا چاہا، مگر مدافعت نہ کر سکے، اور شہید ہو گئے------. کفار کا یہ فوجی ٹکڑا یکا یک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا، دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے، وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے، اب مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور اس طرح لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا، اور جیتی ہوئی جنگ ہار گئے، اور مسلمان اس غیر متوقع صورت حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ان کا ایک بڑا حصہ میدان سے چلا گیا، تاہم کچھ صحابہؓ ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے، اتنے میں کہیں سے یہ افواہ بھی اڑ گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اس خبر نے صحابہؓ کے رہے سہے ہوش وحواس بھی گم کر دئے، اور باقی ماندہ لوگ بھی ہمت ہار کر بیٹھ گئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد وپیش صرف دس بارہ جاں نثار رہ گئے تھے، اور آپ خود بھی زخمی ہو گئے تھے، شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی، کہ عین وقت پر صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسلامت تشریف رکھتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بار پھر آپؐ کے گرد جمع ہو گئے،

احد کی خستہ حالی میں بھی جینے کی ہوئی خواہش
غلاموں کو جو آقا کا رخِ انور نظر آیا

اور آپ ﷺ کو بہ سلامت پہاڑی کی طرف لے گئے۔(معارف القرآن ۲ر ۲۰۷)

وضاحت: حضرات صحابہ کرام کی اس غلطی کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے، اور معافی کے لئے ،**ولقد عفا اللہ** کے شروع میں لام تاکید اور قدحرف تحقیق کا اضافہ فرما کر اس معافی کو مؤکد کردیا ہے، اس لئے کسی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس غلطی کا بحیثیت غلطی تذکرہ کرے۔

پیغـــام: مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات بخوبی عیاں ہوگئی کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ کسی بھی گناہ کو خفیف ، ہلکا اور معمولی سمجھ کر گناہ کا ارتکاب نہ کرے، کیونکہ معمولی گناہ کا ارتکاب بڑے بڑے گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔

گناہ تو گناہ ہے ہی، افضل وغیر افضل اعمال میں بھی آدمی کو اسی پر عمل کرنا چاہئے جو اس کے نزدیک افضل وراجح ہے۔

تمہید واقعہ: اہل حدیث کے یہاں نماز میں رفع یدین اور قراءت خلف الامام ہے اور حضرات احناف کے یہاں نہ رفع یدین ہے اور نہ قراءت خلف الامام۔

واقعہ: ایک حنفی عالم نے، ایک اہل حدیث عالم کی لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا، اہل حدیث عالم نے یہ شرط لگائی کہ اگر آپ حنفی مسلک ترک کرکے رفع یدین اور قراءت خلف الامام کریں تو میں اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کرسکتا ہوں، انھوں نے اہل حدیث کی یہ شرط منظور کرلی اور نکاح ہوگیا، حضرت امام ابوبکر جوزجانی کے زمانہ میں ان کے سامنے جب اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا اور نکاح کے انعقاد کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو حضرت نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور پھر فرمایا: نکاح تو جائز ہے، مگر مجھے اس کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس نے محض ایک عورت کی وجہ سے اُس مسلک کو ترک کردیا جو اُس کے نزدیک صحیح وراجح تھا، اگر دلائل واجتہاد سے اُس کو دوسرے مسلک کا راجح ہونا معلوم ہوتا تو بات دیگر تھی۔ **النکاح جائز ولکن أخاف علیه أن یذهب ایمانه وقت النزع لأنه استخف بمذهبه الذی هو حق عنده، وترکه لأجل جیفة منتنة**(شامی ۳ر ۱۹۰،نعمانیہ)

حضرات فقہائے کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آدمی آداب ومستحبات کو بھی ترک نہ کرے

انوارِ حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اہم نصیحتیں

مولانا محمد خالد سعید اعظمی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: کنت خلف النبي صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فقال: یاغلام! إني أعلمک کلمات: اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ، اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ، إذا سألْتَ فاسألِ اللّٰہَ، وإذا استعنتَ فاستَعِنْ باللّٰہِ، واعلم أن الأمةَ لو اجتمعتَ علی أن ینفَعُوکَ بشيءٍ لم ینفعوک إلاَّ بشيءٍ قد کَتَبَہ اللّٰہُ لکَ، وإن اجتَمَعُوا علی أن یَّضُرُّوکَ بشيءٍ لم یضروک إلا بشيءٍ قد کتبہ اللّٰہ علیک، رُفِعَتِ الأقلامُ وجَفَّتِ الصُحُفُ۔

(رواہ الترمذی فی أبواب صفة القیامة، باب بلاترجمة ۲/۷۸)

وأخرجہ أحمد في مسندہ ۱/۳۰۷) وزاد فیہ: تَعَرَّفْ إلی اللہ في الرَخاءِ یَعْرِفْکَ في الشدّةِ، وزاد ایضاً في آخر الحدیث: واعلم أن في الصبر علی ماتکرہ خیراً کثیراً، وأن النصر مع الصبر، وأن الفرج مع الکرب، وأن مع العسر یسراً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر) تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں: تم اللہ تعالی کی حفاظت کروتو اللہ تعالی تمہاری حفاظت فرمائیں گے، تم اللہ تعالی کی حفاظت کروتو اللہ تعالی کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب مانگوتو اللہ ہی سے مانگو، اور جب مدد طلب کروتو اللہ ہی سے مدد طلب کرو، اور جان لو کہ اگر پوری قوم مل کر تمہیں کچھ نفع پہونچانا چاہے تو وہ تمہیں نفع نہیں پہونچاسکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر فرمادیا ہے، اور اگر پوری قوم مل کر تمہیں کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم

،آداب ومستحبات کی مشروعیت سنتوں کی تکمیل کے لئے ہے اور سنتوں کی مشروعیت واجبات کی تکمیل کے لئے اور واجبات کی مشروعیت فرائض کی تکمیل کے لئے ہے تو جو شخص آداب ومستحبات کی رعایت نہیں کرتا وہ بتدریج سنتوں کو ترک کرنے لگتا ہے اور جو شخص سنتوں کا تارک بن جائے وہ رفتہ رفتہ واجبات کو چھوڑنے لگتا ہے اور واجبات کو ترک کرنے کا وبال یہ ہوتا ہے کہ آدمی فرائض کے ترک تک پہونچ جاتا ہے اور جو آدمی فرائض کے ترک کی عادت بنالیتا ہے تو خاکم بدہن کبھی کبھی تو ایسا آدمی ایمان سے بھی محروم ہوجاتا ہے ۔(**الأدب شُرِعَ لإكمالِ السُنةِ والسُنةُ لإكمالِ الواجبِ ، والواجبُ لإكمالِ الفرضِ** ،امدادالفتاح ۱/۳۰۶)

اسی طرح آدمی کو چاہئے کہ کسی بھی نیکی کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کرے، چاہے راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا، کھجور کی گٹھلی کے برابر صدقہ کرنا، کسی کو صحیح راستہ بتانا، زبان سے کوئی کلمہ خیر کہنا، سبحان اللہ، الحمدللہ پڑھنا،، کسی کو صحیح رائے اور مشورہ دینا، خندہ روئی سے کسی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ ایک نیکی بھی دوسری نیکی کا سبب بنتی ہے۔ **لأنّ الذنب يجرّ إلى الذنب، كما أن الطاعة تجر إلى الطاعة وتكون لطفا فيها.**) (الکشاف ۱/۴۲۱) شب بیداری، تہجد گذاری ہفت اقلیم کی دولت سے بڑھ کر ہے مگر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ نماز تہجد، اور شب بیداری کی توفیق ارزانی بھی انہیں خوش نصیب اشخاص وافراد کو حاصل ہوتی ہے جو دن کے سنن ونوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔

باوضو رہنا نیکی ہے: جو ہمیشہ باوضو رہتے ہیں ان کو نوافل اور ذکر واذکار کی توفیق زیادہ ہوتی ہے، گویا ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی طرف ازخود کھینچتی ہے،

قبل از وقت مسجد جانا نیکی، بلکہ بڑی نیکی ہے، جو لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں ان کو سنن ونوافل اور تلاوت کی توفیق اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کے مواقع دوسروں کی بنسبت زیادہ میسر آتے ہیں۔ بزرگانِ دین اور مشائخ کی خدمت میں حاضری نیکی ہے، جو سعادت مند حضرات اس کا التزام کرتے ہیں، تجربہ بتاتا ہے کہ ان بزرگوں کی صحبتِ کیمیا اثر کی وجہ سے زنگ آلود قلوب بھی طاعات کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

اُٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے یعنی اب کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ (ترمذی شریف)

امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ: تم فراخی اور خوش حالی میں اللہ کو اپنے سے واقف کراتے رہو اور پہچنواتے رہو تو اللہ تعالی مصیبت و پریشانی میں تمہیں پہچانیں گے۔

اور حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: جان لو کہ تمہارا نا گوار چیز پر صبر کرنا خیر کثیر کا باعث ہے، اور نصرت صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی رنج و غم کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو چند بہت ہی مفید نصیحتیں فرمائی ہیں اور عقیدہ و یقین کو مضبوط کرنے والی اہم باتیں بیان فرمائی ہیں: ان میں سے ہر بات اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کو اپنے دل و دماغ میں اتار کر اس کو حرزِ جان بنالے اور اس پر مکمل طور پر کار بند ہو جائے۔

پہلی نصیحت: ''احفظ اللہ یحفظک'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''اِحفَظِ اللّٰہ'' (تم اللہ کی حفاظت کرو) کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے احکامات، منہیات، حقوق اور ہر معاملہ میں اللہ کی مقرر کردہ حدود کی حفاظت کرو، اور ان سب کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ احکام کو بجالایا جائے، منہیات کے ارتکاب سے گریز کیا جائے، ہر صاحب حق کا حق ادا کیا جائے، اور اللہ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے یا ان کی اجازت دی ہے ان کو متعینہ حد اور دائرے میں رہ کر انجام دیا جائے اس سے تجاوز نہ کیا جائے کہ احکاماتِ ربانی کی خلاف ورزی ہو، جو لوگ اس کی رعایت کرتے ہیں ان کا شمار، حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ان بندوں میں ہوتا ہے جن کی اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں تعریف فرمائی ہے: ''وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ، مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ، اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ (ق: ۳۴-۳۱) اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی، دور نہیں ہوگی، کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر توبہ کرنے والے، حفاظت

کرنے والے کے لئے ، جو بھی رحمن سے ڈرے بغیر دیکھے اور توبہ کرنے والا دل لے کر آئے تو اس سے کہا جائے گا کہ تم اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اس آیت میں ''حفیظ'' کی تفسیر ''**الحافظ لأوامر الله**'' (اللہ کے احکامات کی حفاظت کرنے والا) اور ''**الحافظ لذنوبه ليتوب منها**'' (اپنے گناہوں پر نگاہ رکھنے والا تا کہ ان سے توبہ کر سکے) سے کی گئی ہے۔

اور اللہ تعالی کے احکامات میں سے جس کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری ہے وہ نماز ہے اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا حکم بھی فرمایا ''**حٰفِظُوا على الصلوات والصلوٰة الوسطى**'' (البقرۃ:۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز کی۔

اسی طرح طہارت و پاکیزگی کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ یہ نماز کی کنجی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''**لا يحافظ على الوضوء إلا مومن**'' (ابن ماجہ ۲۴) یعنی وضو کی محافظت اور پابندی مومن ہی کرتا ہے۔

اور ایمان یعنی قسم کی حفاظت بھی احکاماتِ الٰہی میں سے ہے، اللہ تعالی اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''**واحفظوا أيمانكم**'' (المائدۃ:۸۹) اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

بہت سے لوگ لاپرواہی سے قسم پہ قسم کھاتے اور اسے توڑتے رہتے ہیں نہ قسم کھانے میں احتیاط برتتے ہیں اور نہ توڑنے کی صورت میں اس پر نافذ ہونے والا کفارہ ادا کرتے ہیں۔

نیز سر اور پیٹ کی حفاظت کا بھی حدیث میں حکم وارد ہوا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ: **الاستحياء من الله حق الحياء أن تحفظ الرأس وما وعى وتحفظ البطن وما حوى** (ترمذی ۲/۲۷۲) ''اللہ تعالی سے حقیقی طور پر حیا یہ ہے کہ تم سر اور جو اس میں ہے اور پیٹ اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے کی حفاظت کرو۔ اور ''**حفظ الرأس وما وعى**'' میں کان آنکھ اور زبان کو حرام باتوں اور کاموں سے اور ''**حفظ البطن وما حوى**'' میں قلب کو گناہ کے کاموں پر اصرار سے بچانا اور محفوظ رکھنا بھی شامل ہے ، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ: **واعلموا أن الله يعلم ما في أنفسكم فاحذروه** (البقرۃ ۲۳۵) اور جان لو کہ

اللہ اس کو خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے، لہٰذا تم اس سے ڈرو۔

اور اللہ نے ان سب کو اپنے اس ارشاد میں جمع فرمادیا ہے: **إن السمع والبصر والفؤاد کل أولئک کان عنه مسؤلا** (الإسراء ۳۶) بے شک کان، آنکھیں اور دل ان تمام کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اور پیٹ کی حفاظت میں یہ بھی شامل ہے کہ اس میں کھانے اور پینے کی حرام چیزیں داخل نہ کرے۔

اور منہیات خداوندی میں سے جن چیزوں کی حفاظت بہت اہم ہے وہ زبان اور شرمگاہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **من حفِظَ ما بين لحييه، وما بين رجليه دخل الجنة** (المستدرک للحاکم ۴/۳۹۷) جس نے اس چیز کی حفاظت کرلی جو اس کے دونوں ڈاڑھوں کے درمیان ہے اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ کی حفاظت کا حکم قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے: **قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم** (النور ۳۰) آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ کی حفاظت کرنے والوں کی مدح بھی فرمائی ہے: **والحٰفظين فروجهم والحٰفظٰت والذٰكرين الله كثيراً والذٰكرٰت أعد اللهُ لهم مغفرةً واجراً عظيماً** (الاحزاب ۳۵) اور جو مرد اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو عورتیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی ہیں اور جو مرد اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے ہیں اور جو عورتیں اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والی ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کررکھا ہے۔

اور ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارتے وقت سب سے پہلی وصیت شرم گاہ کی حفاظت کی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "اس کو صرف حلال جگہ ہی استعمال کرنا" (جامع العلوم والحکم حدیث ۱۹)

ہر شخص کے لیے

قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا فرض نہیں ہے

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

قرآنِ کریم: احکم الحاکمین تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، اِس لیے اَحسن الحدیث، خیر الحدیث، اور خیر الکلام ہے، اِس کو بندوں کے قلبی اَمراض اور روحانی بیماریوں کے لیے شافی، اِس دنیائے دَنی میں نفس وشیطان کی طرف سے پیدا کی جانے والی تاریکیوں اور ظلمتوں کے لیے نور اور روشنی، اور جنت تک پہنچانے والے صراطِ مستقیم کا ہادی اور رہنما بنا کر اُتارا گیا ہے، یہ اللہ کی وہ رسی ہے جس کے اعتصام والتزام کے ذریعے خاک کے اِس ذرے کو بھی عالمِ بالا سے نسبت حاصل ہوجاتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک ''اِقرأ وارتقِ'' (پڑھتا جا، چڑھتا جا) میں اس کی طرف صاف اشارہ موجود ہے، اِس کے الفاظ ومبانی بھی اِکسیر شفا ہیں، اور اِس کے مطالب ومعانی بھی پرتاثیر دوا ہیں۔

چونکہ یہ قرآن: اللہ تعالی کا کلام ہے، اور کلام: متکلم کی صفت ہوا کرتا ہے، اِس لیے جس طرح باری تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہر طرح کے نقائص ومعایب سے مبرا ومنزَّہ ہے، باقی اور غیر فانی ہے، اِسی طرح اُس کا یہ کلام بھی ہر طرح کی کمی اور کجی سے پاک ہے، لافانی اور لازوال ہے۔

قرآن کریم کے ظاہری حروف ونقوش اور باطنی معانی ومفاہیم دونوں میں سے ہر ایک کی مستقل اہمیت ہے، ایک کی وجہ سے دوسرے پہلو کی طرف سے بے توجہی نہیں کی جاسکتی، اِسی لیے علماء نے جس طرح حفظ وناظرہ کے ذریعے قرآنِ کریم کے الفاظ کی حفاظت کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے، اسی طرح تفسیر وتاویل کے ذریعے قرآن کریم کے معانی کی حفاظت کو بھی فرضِ کفایہ

قرار دیا ہے، ہمارے قرآنی مکاتب، اور دینی مدارس کا یہ عظیم الشان سلسلہ اِسی اِحساسِ فرض، اور اُس کی ادائیگی کا ایک حصہ ہے۔ **والحمدﷲ علی عونہ وتوفیقہ وتیسیرہ۔**

آج کل عقلیت ونیچریت (مادیت) سے متاثر بعض لوگ یہ کہتے یا سمجھتے ہیں کہ ''بے سمجھے قرآن کریم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں''!۔ اور کچھ محتاط حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''اگرچہ فی الجملہ کچھ فائدہ تو ہے، مگر تدبر اور تفکر فرض بہر حال ہے، اِس لیے ہر شخص کو قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے''!۔

اور اپنے اِس دعویٰ کے لیے قرآنِ کریم ہی کی وہ آیات پیش ہیں جن میں لوگوں کو تفکر وتدبر اور تعقل وتذکر کی دعوتِ عام دی گئی ہے، عربی وعجمی، عالم وعامی، اور فقیہ وغیر فقیہ کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے، کوئی بھی ہو؛ ان حضرات کے دعوے (یا دعوت) کے مطابق اُس کو قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر ان سادہ لوح دوستوں کی یہ خواہش (یا کوشش) بعض غلط فہمیوں پر مبنی ہے، ذیل میں ہم حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعض اِفادات سے اِستفادہ کرتے ہوئے، کچھ مزید اِضافات کے ساتھ اِس موضوع سے متعلق معروضات پیش کرتے ہیں — وباﷲِ التوفیق —:

عوام کے لیے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا مضر ہے

حضرت فرماتے ہیں: ایک ملاجی میرے پاس مُترجَم قرآن شریف لائے، جس کو عام لوگ مترجَّم کہتے ہیں، وہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا تھا، جس میں محاورہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے۔۔۔، تو اَب وہ ترجمہ دکھلا کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ قرآن سے تو پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے، میں بڑا گھبرا گیا کہ اس جاہل کو کیونکر سمجھاؤں، نہ یہ عطف کو سمجھے، نہ اِعراب کو، تو میں نے اس سے کہا کہ ملاجی! تم نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ قرآن ہے اور خدا کا کلام ہے؟ کہا علماء کے کہنے سے، میں نے کہا: اللہ اکبر! علماء اس میں تو ایماندار رہیں کہ وہ ایک عربی عبارت کو قرآن کہہ دیں، اور اس میں ایمان دار نہیں کہ وہ پاؤں دھونے کو فرض کہیں، بس علماء نے فرمایا ہے کہ پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں۔

اور نیز یہ بھی کہا ہے کہ تم جیسوں کو قرآن کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں، خبردار! جو تم نے آئندہ کبھی ترجمہ دیکھا، بس قرآن کی تلاوت کیا کرو، ترجمہ ہرگز نہ دیکھو۔

اس سے بھی بڑھ کر ہمیں ایک بڑے میاں ملے، جو بڑے تہجد گذار اور پابند اَوراد تھے، مگر قرآن کا ترجمہ دیکھ کر گمراہ ہوئے تھے، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جب میں قرآن پڑھا کروں تو لفظِ {راعنا} چھوڑ دیا کروں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **{یاأیھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا}**، جس کا ترجمہ یہ لکھا ہے (کہ اے ایمان والو! ''راعنا'' مت کہا کرو)۔ تو کیا تلاوت کے وقت ''راعنا'' کو نہ پڑھا کروں؟ میں نے ان سے کہا کہ ''راعنا'' کو تو مت چھوڑو، مگر آج سے قرآن کا ترجمہ دیکھنا چھوڑ دو، کیونکہ تم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں۔

صاحبو! ایسے ہی لوگوں نے شریعت کا ناس کیا ہے جو ترجمہ قرآن وحدیث کا دیکھ کر مجتہد بن گئے ہیں، اَب اگر ان کی کم لیاقتی کے سبب ان کے شبہات کا جواب نہ دیا جاوے، بلکہ ان لوگوں کو ترجمہ دیکھنے سے منع کیا جاوے، تو بعضے یوں کہتے ہیں کہ علماء کو ہمارے سوالات کا جواب نہیں آتا، میں کہتا ہوں: افسوس آپ کو سمجھنا نہیں آتا، جواب تو ہر سوال کا ہے، مگر یہ بتلاؤ کہ اس کو سمجھنے والا کون ہے؟

ان کو اپنی عقل کی خبر نہیں کہ اس میں جواب کے سمجھنے کی اہلیت نہیں، بھلا اگر ایک سائیس کسی کالج کے پروفیسر سے کہے کہ مجھے اُقلیدس کے پہلے مقالہ کی پانچویں شکل سمجھا دو، اور وہ اس کی تقریر کرے، اور سائیس نہ سمجھ سکے، اور کہے کہ نہ معلوم یہ کیا بکتا ہے!! تو بتلائیے قصور کس کا ہے؟ یقیناً سائیس کی عقل کا قصور ہے، مگر جاہلوں کے نزدیک تو وہ پروفیسر ہی بکتا ہے!!

... بس ایسے شخص کا جواب یہی ہے کہ تم کو جس طریقہ سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہوا اُسی طریقہ سے اس کے اَحکام بھی معلوم کرو، تم کو خود معنی سمجھنے کا کوئی حق نہیں، یہ تفصیل میں نے اس لیے کی تا کہ آپ ترجمۂ قرآن دیکھ کر اپنے کو ماہر نہ سمجھیں، جو لوگوں میں بڑا مرض ہے۔ (تواصی بالحق حصہ اول ص ۹)

(۲) حق تعالیٰ فرماتے ہیں: {تلک آیات الکتاب وقرآن مبین} (یہ آیات: کتاب اور قرآن مبین کی ہیں)، اِس جگہ ''آیات'' کے دولقب بیان کیے گئے ہیں: ایک قرآن، دوسرے کتاب، قرآن کے معنی ہیں: مایُقرأیعنی پڑھنے کی چیز، اور کتاب کے معنی ہیں: مایُکتب، یعنی لکھنے کی چیز، اور ظاہر ہے کہ پڑھنے اور لکھنے کی چیز کیا ہے؟ اَلفاظ ہی تو ہیں، معانی کو کون پڑھ سکتا، یا کون لکھ سکتا ہے؟ پھر ''کتاب'' کا اَصل مصداق وہ وَضعی نقوش ہیں جن کو عوام کرم کانٹے کہتے ہیں، الفاظ پڑھے جاتے ہیں، اور نقوش لکھے جاتے ہیں، لہٰذا قرآن کی اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اَلفاظِ قرآن کے ساتھ ساتھ، نقوشِ قرآن بھی قابلِ حفاظت و مستحقِ تعظیم ہیں۔

جو نوتعلیم یافتہ اَلفاظِ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں، درحقیقت وہ معانی کی قدر نہیں کرتے، ورنہ اس کی حفاظت کے ہر سامان کی ان کو قدر ہوتی۔

صاحبو! اَلفاظِ قرآن کو اس کی حفاظت میں بہت بڑا دخل ہے، کیونکہ الفاظِ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہوجاتے ہیں، کہ اگر خدانخواستہ یہ لکھے ہوئے مصاحف کم ہوجائیں تو ایک بچہ حافظِ قرآن اپنی یاد سے اس کو دوبارہ لکھوا سکتا ہے۔

صاحبو! میں نہایت آزادی سے صاف کہوں گا کہ جو لوگ بدون معانی سمجھے اَلفاظ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں، واللہ وہ حضرتِ حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن کے حافظ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں، تاکہ یہ محفوظ رہے، اور یہ لوگ دنیا سے حفظِ قرآن کو مٹانا چاہتے ہیں، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ حفظِ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے، بڑے ہوکر ویسا حفظ نہیں ہوتا، تو اَب اگر ان لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اس کا انجام یہی ہے کہ حفظ کا درواہ بند ہوجائے، مگر {یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم ویأبی اللہ إلا أن یتم نورہ ولو کرہ الکافرون}، یہ خدا کے نور کو مٹانا چاہتے ہیں، بخدا یہ خود ہی مٹ جائیں گے، اور خدا کا نور ان کے مٹانے سے ہرگز نہ مٹے گا، یہ لوگ

اپنے اِیمان کی خیر منائیں، یہ ہیں کس ہوا میں؟! خدا کی قسم ان لوگوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا، یہ بالکل تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

جب خدا تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ قرآن محفوظ رہے تو آپ کو اس کی طرف جھکنا چاہیے، اوراس کے اَلفاظ کا پورا اِہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ اَلفاظ ومعانی دونوں قابل اہتمام ہیں، مگر اَلفاظ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ معانی کی حفاظت اَلفاظ کی حفاظت پر موقوف ہے، کیونکہ معانی کا ضبط بدون الفاظ کے نہیں ہوسکتا، دیکھیے سب سے پہلے معانی کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا ہے، مگر وہاں بھی بواسطہ اَلفاظ کے ہوا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلفاظ کا اس قدر اِہتمام تھا، کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ بہت قوی تھا، بلکہ سارے ہی قویٰ مضبوط تھے... یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے منع کرنے کی نوبت آئی کہ آپ ساتھ ساتھ پڑھنے کی مشقت برداشت نہ کریں {**لاتحرک به لسانک لتعجل به**}، ہم ذمہ لیتے ہیں کہ قرآن کو آپ کے دل پر جمادیں گے، اِس تسلی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلفاظِ قرآن کا اس درجہ اہتمام تھا تو ہم کو بھی ان کا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ بدون الفاظ کے معانی کی حفاظت نہیں ہوسکتی، لہٰذا معانی کی نگہبانی یہی ہے کہ اَلفاظ کو یاد کیا جائے، حضراتِ سلف صالحین نے تو قرآن کے نقوش اور رسم خط کی بھی یہاں تک حفاظت کی ہے کہ رسمِ خطِ قرآن میں مستقل رسائل تصنیف کیے، اوراس کو علیحدہ فن قرار دیا ہے، اوراس میں تغیر وتبدل کو ناجائز فرمایا ہے۔(باقی آئندہ)

لڑکیوں کی تعلیم ۔۔مشکلات، اورحل

مفتی امانت علی قاسمی

استاد دارالعلوم حیدرآباد

مخلوط تعلیم نے سماج پر جو منفی اثرات مرتب کئے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ کوئی غیر مسلم لڑکی، مسلم لڑکے کے ساتھ شادی کرلیتی ہے، تو کہیں مسلم لڑکی، غیر مسلم لڑکے کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھ جاتی ہے اور اس میں عام طور سے مذہب کو صحیح سمجھ کر اور حق جان کر مذہب کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، بلکہ زیادہ تر خواہش نفس اور الفت ومحبت کی بند آنکھوں سے دوسرے مذہب کو قبول کیا جاتا ہے، یہاں بحث صحیح اور غلط سے نہیں ہے بلکہ حقیقت واقعہ کا بیان ہے، تبدیلی مذہب کی یہ دونوں تصویر ہندوستانی سماج میں ایک عرصے سے رائج ہے، لیکن اب صورت حال بدل رہی ہے اگر کوئی غیر مسلم لڑکی مسلمان لڑکے سے شادی کرے تو اس کو لو جہاد (love jihad) کا نام دے کر اس لڑکی کو پریشان کیا جاتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ اس لڑکے اور اس کے گھر والوں کو ٹارچر کیا جاتا ہے، جس نے اس لڑکی سے شادی کی ہے، اس کے خلاف احتجاج ہوتا ہے، یہی وجہ ہے اگر سماج میں کوئی مسلم لڑکا کسی غیر مسلم لڑکی سے شادی کرلے تو پورا سماج اس کا مخالف ہوجاتا ہے، اس سے کٹ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ بھی اس سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں یہ ایک خوف وہراس اور دہشت کا ماحول پیدا کردیا گیا ہے۔

آج اگر کوئی غیر مسلم لڑکا یا لڑکی اسلام کو صحیح سمجھ کر اس کو حق جان کر اسلام مذہب قبول کرے تو اس کو بھی ہراساں کیا جاتا ہے اور گھر واپسی پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس کے دفاع

میں کوئی مسلم جماعت اور تحریک سامنے نہیں آتی ہے اور نہ ہی حقوق انسانی کی کمیشن، اور حقوق نسواں کی تحریک بیدار ہوتی ہے، ہادیہ کی مثال موجود ہے جس نے اسلام کو سمجھ کر اور حق جان کر قبول کیا آج اسے پریشان کیا جارہا ہے، اس کے عزم واستقامت کو سلام کرنا چاہیے کہ غیر مسلم تنظیموں اور اس کے ماں باپ کی تمام تر کوششوں کے بعد بھی وہ اسلام پر ڈٹی ہوئی ہے، لیکن ایک مایوس کن پہلو بھی ہے کہ ہادیہ کا کیس صرف اس کا شوہر لڑ رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مسلم تنظیموں کو اس سلسلے میں آگے آنا چاہیے، جمعیۃ علماء جو دہشت گردی کے الزام میں گرفتار نوجوانوں کا کیس لڑتی ہے اس طرح کے بھی کیس لڑنے چاہیے۔

تصویر کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم بچی غیر مسلم کے ساتھ شادی کرلے تو اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایسے لڑکے کی ہندو تنظیمیں حوصلہ افزائی کرتی ہیں، اس سے بھی تکلیف دہ اور خطرناک صورت حال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم تنظیمیں جیسے ہندو جاگرن منچ، بھارت سیوا آشرم سنگھ وغیرہ مسلم بچیوں کو غیر مسلم گھرانوں کی بہو اور اس کو ہندو بنانے کی مذموم کوشش کررہے ہیں اور اس طرح کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ غیر مسلم لڑکے، مسلم لڑکیوں کو جھوٹی محبت کے جال میں پھانس کر اس کے اسلام کا سودا کرلیتے ہیں اور زیادہ تر امیر گھرانے کی لڑکیوں پر ہی جال ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، یوپی میں بی جے پی کے ایک لیڈر نے بیان دیا ہے کہ ہم چھ مہینے میں اکیس سو مسلم لڑکیوں کو غیر مسلم گھر کی بہو بنالیں گے، یہ بہت ہی تشویش ناک پہلو ہے اور اس سمت میں بڑی تیزی سے عمل جاری ہے، بی بی سی نے ایک مسلم لڑکی کا انٹرویو شائع کیا ہے، جس نے ہندو لڑکے سے شادی کرلی تھی اس لڑکی نے بتایا کہ میں نے ایک ہندو راجپوت گھرانے کے لڑکے سے شادی کی تھی جو میرا ہم جماعت تھا اور مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، میں نے اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف اس سے شادی کرلی، دو تین دن اچھے گزرے انہوں نے نہ مجھے پوجا پاٹ

کے لئے کہا اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی بدتمیزی میرے ساتھ کی، چوتھے دن میرا شوہر اپنے ساتھ اپنے کچھ رشتہ دار لڑکوں کو بھی میرے روم میں لے کر آیا اور سب نے میرے ساتھ زبردستی کی، میں اپنے شوہر کو پکارتی رہی کہ وہ میری مدد کرے مگر وہ صرف دیکھتا رہا اور ہنستا رہا اور اس نے بھی سب کے سامنے منھ کالا کیا اور مجھے ادھ مری حالت میں دور کچرے کے ڈھیر کے پاس چھوڑ دیا، بہت دنوں تک میرا خون بہتا رہا، بڑی مشکل سے میری جان بچ پائی ہے ، اس نے اپنے انٹرویو میں مسلم لڑکیوں کو پیغام بھی دیا ہے کہ آر ایس ایس، بجرنگ دل کی سازشوں سے ہوشیار رہیں، اور اپنے ماں باپ کی عزت کریں، ان کے فیصلے کا احترام کریں اور بخوشی ان کے فیصلے کو قبول کریں۔

یہ ایک واقعہ ہے اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آرہے ہیں جو ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے کردیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کیوں پیش آرہے ہیں اور اس کو کس طرح انجام دیا جارہا ہے؟ غور کریں تو اس کا بنیادی سبب مخلوط تعلیم ہے، مخلوط ملازمت کے راستے بھی اس واقعہ کو انجام دیا جاتا ہے، لیکن مرکزی کردار مخلوط تعلیم کا ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی بچیوں کی نسل، اس کے ایمان کی حفاظت کریں، اس کی عزت وناموس اور اس کی دنیا وآخرت کو تباہ ہونے سے بچائیں تو ضروری ہے کہ ہم ان مسائل اور وسائل پر سنجیدگی سے غور کریں، اور معاملہ کی نزاکت وحساسیت کو سمجھتے ہوئے اس سلسلے میں ضروری اقدامات کریں۔

تعلیم ایک ضرورت بن چکی ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ ہر انسان کا بنیادی زیور ہے، اس سے محروم رکھنا کسی لڑکی کو حسن سیرت اور کردار وعمل کی دولت سے محروم رکھنا ہوگا، اس لئے جس طرح لڑکوں کی تعلیم ضروری ہے، اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم بھی ضروری ہے؛ لیکن لڑکیوں کی تعلیم میں بہت سے مشکلات ہیں ان پر نظر رکھنا بہت ضروری

ہے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلیم کے ذریعہ لڑکیوں سے جس حسن سیرت اور کردار و عمل کی توقع کی جارہی ہے، وہی تعلیم اس کے لئے اباحیت، آزادی، فکری بے راہ روی، اور اسلام سے دوری کا سبب بن جائے، اور سماج و معاشرہ میں عزت وخوشی کے بجائے بدنامی و ذلت کا سبب بن جائے، اس لئے لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں چند باتیں قابل غور ہیں جسے ہر والدین کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

تعلیم دلانے کو ضروری تصور کیا جائے اور اس کے لئے حتی الوسع پوری کوشش کی جائے؛ لیکن جہاں تک ممکن ہو مخلوط نظام تعلیم سے لڑکیوں کو بچایا جائے، لڑکوں کے لئے مجبوری میں مخلوط تعلیم کی گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن لڑکیوں کے لئے مخلوط تعلیم سمّ قاتل ہے، یہیں سے لڑکیوں میں غیر محرم لڑکوں سے بات کرنے کا آغاز ہوتا ہے جس کا انجام بھیانک ہوتا ہے، اگر مخلوط تعلیم کے علاوہ دوسرا نظام تعلیم ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں سخت نگرانی کی ضرورت ہے، لڑکی کا باپ خود ہی اسکول وکالج پہنچانے جائے اور خود ہی لینے جائے، اس معاملہ میں بھائی یا ڈرائیور پر بھی بھروسہ کرنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

جہاں تک ہو سکے لڑکیوں کو بورڈنگ کے نظام سے دور رکھا جائے، جب تک لڑکیاں اپنے گھر میں رہتی ہیں، اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن کے ساتھ رہتی ہیں، غیر محرم لڑکوں سے محبت کے پنپنے کا موقع نہیں ملتا ہے، کلاس کے ختم ہوتے ہی گھر جانے کی فکر ہوتی ہے اور تاخیر کی صورت میں ماں باپ کے باز پرس کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے اس حالت میں لڑکیوں کا ذہن مشغول رہتا ہے اور فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ کم رہتا ہے، لیکن جب لڑکیاں بورڈنگ میں رہنے لگتی ہیں تو دھیرے دھیرے ماں باپ کی محبت کم ہونے لگتی ہے اور سہیلیوں کے ساتھ بات چیت میں لڑکوں کا تذکرہ سن کر اور بعض مرتبہ اپنی سہیلیوں کو بوائے فرینڈ کے ساتھ جاتے اور گھومتے دیکھ کر اس معصوم بچی میں بھی بوائے فرینڈ کا جذبہ

بیدار ہونے لگتا ہے، کبھی کبھی مرعوبیت کے نتیجہ میں بوائے فرینڈ نہ ہونے کو لڑکیاں اپنے لئے عیب اور کمزوری خیال کرنے لگتی ہیں اور بوائے فرینڈ کی تلاش میں لگ جاتی ہیں، اس لئے لڑکیوں کے لئے بورڈنگ کا نظام بھیانک انجام کا سبب بن سکتا ہے۔

مسلمانوں کو اپنے عصری ادارے قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس میں ایسی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ معیار قائم کرنا چاہیے کہ وہ شہر کا ماڈل اسکول و کالج بن جائے اور بچے اس میں تعلیم حاصل کرنا اپنے لئے فخر تصور کریں۔ لڑکیوں کو ممکنہ حد تک مسلم ادارے میں تعلیم دلانے کی کوشش کریں، مسلم تعلیمی اداروں میں تعلیم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اسلامی تہذیب کی حفاظت کرسکیں گے، اپنے کلچر کو فروغ دیں گے اور بہت اہم بات یہ ہے کہ غیروں کے ادارے میں تعلیم پا کر بعض مرتبہ بچے مرعوب ہو جاتے ہیں اور بعض مرتبہ ذہنی طور پر غلام ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض موقعہ پر بچے اپنی شناخت کو بھی چھپاتے ہیں اس طرح کے واقعات مشاہدے میں آرہے ہیں۔

بچوں کو ابتداء سے ہی دینی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہیے، اسلامی تعلیم و تربیت کرنی چاہیے اور تعلیم کے ہر مرحلے میں اس کی نگرانی ہونی چاہیے، خاص کر اگر بچے غیر مسلم اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہوں تو بہت زیادہ ہوش مندی سے کام لینے کی ضرورت ہے، اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا، اسلامی عقائد کی طرف توجہ دلانا، اسلام پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابی کو ذہن میں بٹھانا، اور ساتھ ساتھ شرک و بت پرستی کی قباحت، اس کے نقصانات اور اس سے نفرت دلوں میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے، غیر مسلم اداروں میں تعلیم کے دوران بچوں میں غیر اسلامی عقائد و کلچر فروغ پانے لگتا ہے، اور اسلام کی اچھائیاں نگاہوں سے اوجھل رہتی ہیں اس سے بچے غیر اسلامی ماحول کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ماں باپ کو بعض مرتبہ اس وقت پتہ چلتا ہے جب کہ بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، ایک تعلیم یافتہ

اور دولت مند کی بیٹی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ روزانہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت دن میں ایک مرتبہ پوجا کرلیں تو کافی ہے، لیکن وہ ماں اس کو تنبیہ نہیں کرتی ہے اور نہ ہی سمجھاتی ہے، جب وہ غیر مسلم لڑکے سے شادی کرلیتی ہے تب پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت دنوں سے ہی مشرکانہ اعمال کے قریب ہو چکی تھی۔

موبائل فون آج بنیادی ضرورت میں داخل ہے، لیکن اس کے بے جا استعمال سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، بچے اور بچیوں کو مبائل فون سے دور رکھنا چاہیے، اگر بچوں کو مبائل فون دیں تو اس کی سخت نگرانی کی ضرورت ہے آج کل ماں باپ دوسروں کے بچوں سے تو بدظن اور بدگمان ہوتے ہیں، لیکن اپنے بچوں سے حد درجہ مطمئن ہوتے ہیں حالانکہ موجودہ دور میں اپنے بچوں سے سب سے زیادہ بدگمان رہنے کی ضرورت ہے، ہر وقت ان کے فون کی نگرانی کی ضرورت ہے کہ کس سے بات ہوتی ہے، کب بات ہوتی ہے اور بعض مرتبہ خفیہ طور پر یہ بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ کیا بات ہوتی ہے، اگر ہم اپنے بچوں کو کھونا نہیں چاہتے ہیں اور اسے اپنے سے دور کرنا نہیں چاہتے ہیں اس کی دنیا اور آخرت برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتے ہیں تو اس طرح کے اقدامات کرنے ضروری ہوں گے۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد سلمان (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سہارنپور الیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

فتنوں کی کثرت

مولانا شاہ عالم گورکھپوری
نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیو بند

اسلام میں عقیدہ کو اوّلیت حاصل ہے پہلے خدا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور کتابوں پر درست عقیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے پھر اس کے بعد ہی اعمال کی ابتدا ہوتی ہے، تفسیر حدیث اور فقہ وغیرہ کی ضرورت بھی اسی شخص کو پڑے گی جس کا پہلے خدا، اس کے رسول اور خدا کی کتابوں پر ایمان ہوگا ورنہ احادیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ کو ماننا ایسا ہی بے سود ہوگا جیسے کہ بغیر بنیاد کے عمارت کھڑی کردی جائے۔

عقیدہ کی حیثیت اور اہمیت کسی پر پوشیدہ نہیں مگر حیرت اس بات پر ہے کہ عقائد کی حفاظت کے لیے جو محنت درکار ہے اس میں مجموعی طور پر حد درجہ تغافل سے کام لیا جارہا ہے مدارس اسلامیہ میں داخل عقائد کے نصاب پر اور ان کی تعلیم اور انداز تعلیم وتعلم پر اگر منصفانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے عقائد کے باب میں وہ محنت نہیں کی جاتی جو دیگر ابواب میں دور حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے کی جاتی ہے۔

ماضی میں اسلامی عقائد پر جب یونانی فلسفہ نے یلغار کی تو اس کے فریب کو توڑنے کے لیے ہمارے بڑوں نے اس طرح محنتیں کیں کہ یونانی فلسفہ کی جادوگری آج خود فلسفیوں کے لیے مضحکہ خیز بن کر رہ گئی ہے، متکلمین اسلام کے وضع کردہ اصولوں نے فلسفہ کے راستے سے آنے والے ارتدادی سیلاب کو نہ صرف یہ کہ قیامت تک کے لیے بند کردیا بلکہ نازک خیال فلسفیوں کو بھی ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا، لیکن آج صورت حال یوں بدل گئی ہے کہ جگہ جگہ فتنوں کی کثرت ہورہی ہے، نئے نئے ارتدادی فتنے مسلمانوں کے درمیان جنم لے رہے اور پنپ رہے

ہیں ،قدیم فلسفیوں کے زہریلے اثرات کونئی نئی تعبیرات وزبان میں پیش کرکے ایک بار پھر اسلامی عقائد کومسخ کرنے کی فکر میں بیشمار تنظیمیں شب وروز مصروف ہیں، اعمال میں تو خود مسلمانوں نے ہی دین کوبغیر ماہرینِ دین کے چلانے کی وکالت شروع کررکھی ہےلیکن پانی سر سے اتنا اونچا ہوچکا ہے کہ عقائد میں بھی اب دین کوبغیر ماہرینِ دین کے چلانے کی وبا عام مسلمانوں میں پھیلنےلگی ہے،ہر دانشوراسلامی عقائد میں رائے زنی کرنااپنا موروثی حق سمجھنے لگا ہے، پھر ملحد دانشوروں کی تلچھٹ مرزا قادیانی اوراُس جیسے دیگرلوگ جیسے شکیل بن حنیف یا راشد شاز وغیرہ ،اپنے آپ کو کیوں پیچھے رکھیں؛ چناں چہ وہ بھی مسلمانوں کے درمیان عقائد کی مضبوط تعلیم نہ ہونے کاجی بھر کے فائدہ اٹھارہے ہیں،ظاہر سی بات ہے کہ اس خودسری کا بھیانک نتیجہ ؛عقائداسلامیہ کو بازیچۂ اطفال بنانے کی صورت میں نکلے گا،جیسا کہ عام طور پراب دیکھنے میں بھی آرہا ہے کہ جگہ جگہ اسلام کےقطعی اوریقینی عقائدونظریات کوتختۂ مشق بنایا جانے لگا ہے، میدان میں بالکل خاموشی کی بات تونہیں کی جاسکتی لیکن سوائے چندافراداور دوایک تنظیموں کے کتنےلوگ ہیں جواس سیلاب بلا کوروکنے میں فکرمند ہیں؟۔

فکرمندوں کا بھی حال یہ ہے کہ مرض کی بجائے علامات مرض کےعلاج میں لگے ہیں جبکہ فتنوں کی کثرت اِس مرض کی علامت ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ کمزور ہوچکا ہے اُسے مضبوط کیاجائے تاکہ فتنوں سے بچاؤمیں مسلمان خوداپنی طاقت استعمال کرسکیں،علاج کا کامیاب طریقہ یہ ہے کہ مرض کودُور کیاجائے اور براہ راست مرض کاعلاج کیاجائے نہ کہ علامتوں کا،لیکن آج کل فتنوں کے پیچھےطرح طرح کی تنظیمیں قائم ہورہی ہیں،علامات مرض کے پیچھے دوڑ لگانے والے کچھ لوگ دکھائی دیتے ہیں لیکن اصل مرض کےازالے کی جانب توجہ کتنےلوگوں کی ہے؟۔

بلاشبہ اس میدان میں کام کرنے والی تنظیموں پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائدہوتی ہیں جن کے نبھانے میں وہ کوتاہ عمل ہیں لیکن مسئلے کا حل ؛کسی کومورد الزام ٹھہرانے میں نہیں بلکہ اس بات میں ہے کہ ایمان وعقائد کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے سدباب کے

لیے عقائد اور علم کلام کی تعلیم کے لیے محنت میں کچھ اضافہ کیا جائے اور علم کلام کی تعلیم کو نہ صرف یہ کہ معقولیت ومعنویت کے ساتھ اپنے اپنے مکاتب ومدارس کے نصاب کا جزو بنایا جائے بلکہ عام فہم بیانات اور کتابوں کے ذریعہ مساجد کی صبح وشام کی تعلیم کا حصہ بنادیا جائے، متکلمین اسلام نے عقائد کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے جو کامیاب و لاجواب علمی اور عقلی اصول دیئے ہیں، اُن کی روشنی میں حالات حاضرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے علاقائی اور رائج زبان و بیان کے ذریعہ عام مسلمانوں میں بھی اتنی صلاحیت پیدا کردی جائے کہ گلی کوچوں میں جنم لینے والی ارتدادی لہروں کا مسکت جواب دینے کی صلاحیت اُن میں پیدا ہوجائے۔

علم کلام جو عقائد کو تحفظ فراہم کرتا ہے اس سے بیگانگی اور ناواقفیت کے سبب آج کا مسلمان اس قدر مرعوب ہوگیا ہے کہ اگر کوئی قادیانی یا شکیلی کسی گلی کوچے میں وسوسہ چھوڑ دے تو ہمارا نوجوان اس کو بہت بڑا تیر سمجھ کر مولانا صاحبوں کے پیچھے پڑ جائے گا کہ اس کا جواب کیا ہے؟ لیکن کوئی عالم دین مسجد کے منبر ومحراب سے معقول سے معقول تر جواب دے دے تو اس کو لے کر قادیانیوں یا شکیلیوں کے پیچھے کبھی نہیں پڑتا کہ تم نے بلاوجہ کا یہ وسوسہ اسلام میں کیوں پیدا کیا؟۔

مسلمانوں کے درمیان مرعوبیت کی اس حالت کو اگر پلٹنا ہے تو اس کے لیے معقول توڑ دریافت کرنا پڑے گا، اس کا حل یہ ہے کہ دور حاضر کی زبان میں علم کلام کے دلائل سے مسلمانوں کو مزین کردیا جائے، اگر اس باب میں بچپن کی تعلیم مضبوط ہوجائے تو عمر کے ہر مرحلے میں اُن دلائل سے وہ بھرپور فائدہ اٹھائیں گے اور قدیم علم کلام کو اپنی من پسند جدید زبان میں پاکر ہر دہریے اور ملحد کا توڑ ؛ وہ خود دریافت کریں گے، بلکہ اسلامی عقائد کے روشن ماضی سے خود کو مربوط رکھنے کی ذمہ داری کو بھی وہ محسوس کریں گے۔

قدیم متکلمین اسلام کے مضامین کو جدید اور سہل زبان میں بیان کرنے یا سمجھنے کے لیے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس

کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، اسی طرح حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ وغیرہ اکابر دیوبند کے رسائل ومضامین جو بطور خاص عقائد اور کلام کے ہی موضوع پر تصنیف کیے گئے ہیں؛ شائقین اور دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نفع بخش ہوسکتے ہیں، یا ان بزرگوں کی تحریرات کی روشنی میں اپنے اپنے علاقوں میں پیش آمدہ مخالفین اسلام کے اعتراضات ووساوس کے جوابات؛ نئی نئی مثالوں کے ذریعہ شستہ وسلیس زبان میں ترتیب بھی دیئے جاسکتے ہیں۔

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے

میمونہ بنت سعد سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: ہمیں نماز جمعہ کے بارے میں بتا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں بندہ رب سے جو بھی دعاء مانگے تو اللہ تعالیٰ اسکی دعاء کو قبول فرمالیتے ہیں، میں نے عرض کیا؟ یارسول اللہ وہ گھڑی اور وہ وقت کونسا ہے؟ فرمایا: وہ گھڑی، وہ وقت وہ ہے جبکہ امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوجائے۔

وَعَنْ میمُوْ نَۃَ بِنْتِ سعد رضی اللہ عنہا اَنَّھَا قَالَتْ اَفْتِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہ عَنْ صَلَاۃِ الْجُمُعَۃِ قَالَ فِیْھَا سَاعَۃٌ لَا یَدْعُوْا الْعَبْدُ فِیْھَا رَبَّہٗ اِلَّا اِسْتَجَابَ لَہٗ قُلْتُ اَیُّ سَاعَۃٍ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ؟ قَالَ ذٰلِکَ حِیْنَ یَقُوْمُ الْاِمَامُ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ج ۲۵/رقم ۶۶)

مسلم نسل کشی کا اندلسی ماڈل

محمد نفیس خاں ندوی
(دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی)

۷۱۲ء سے ۱۴۹۲ء تک مسلمان اسپین کے حکمراں رہے، یہ تعمیری وتہذیبی ترقی کا سنہرا دور تھا، علوم وفنون اپنے عروج پر تھے، ایجاد ہو یا تعمیر، سائنس ہو یا تہذیب، مسلمانوں کا دنیا بھر میں کوئی ثانی نہ تھا، اس دور میں یورپ کی سب سے بڑی لائبریری میں محض چھ سو کتابیں تھیں جبکہ اسپین کے دارالحکومت قرطبہ کے خطاط ہر سال تقریباً چھ ہزار کتابیں تحریر کررہے تھے، الحمرا پیلس مسلم فن تعمیر کا آج بھی ایک اعجوبہ مانا جاتا ہے، معاشرہ کا امن وامان مثالی تھا، پورے اندلس میں عیسائی اور یہودی اطمینان کے ساتھ تھے، اس دور میں اسلام اپنی بہترین تہذیب اوراعلی اقدار کی وجہ سے پورے مغرب میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب تھا۔

۱۴۹۲ء میں مسلم حکومت کے زوال سے مسلمانوں کو ایک نئی حقیقت کا سامنا کرنا پڑا، ایک خونیں تاریخ رقم ہوئی، اندلس پر ۷۸۰ سالہ مسلم اقتدار کے شاندار دور کو یکسر فراموش کردیا گیا، انہیں محکوم بنایا گیااور پھر انہیں انتہائی وحشیانہ اورغیر انسانی سلوک میں مبتلا کردیا گیا، انھیں زبردستی عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا، اورعدم تعاون کی سزا موت یا جلاوطنی کی صورت میں دی گئی، اسے تاریخ کی بدترین نسل کشی کا نام دینا بے جا نہ ہوگا، یہ ایک ایسی نسل کشی تھی جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، اندلس کے گلی کوچے خون مسلم سے رنگ دیے گئے، اور لاکھوں لاکھ اندلسی مسلمانوں کو قصہ ماضی بنادیا گیا، اور جو مسیحی تلواروں سے محفوظ رہے ان پر ملک بدری کا جبری حکم نافذ کیا گیا، خود ایک انگریز مؤرخ اعتراف کرتا ہے:

۱۶۰۹ سے ۱۶۱۴ء تک تقریباً ساڑھے تین لاکھ مرد، عورت، بچے جبری طور پر اپنے گھروں سے نکال دیے گئے اور ملک بدر کردیے گئے، یورپ کی تاریخ میں کسی آبادی کی یہ سب بڑی ملک بدری تھی۔

مسلم نسل کشی کا اندلسی ماڈل آج بھی اہل مغرب کے لیے کامیابی کی دلیل سمجھا جاتا ہے، یہ حرمت اسلامی کی پامالی کے آغاز کا دور تھا جس نے آگے چل کر اس خاص مسلم کش رویے کو مزید جلا بخشی، مغرب میں اسلام سے نفرت کا اظہار کھلے بندوں ہونے لگا، صرف ۱۸۰۰ء سے ۱۹۵۰ء کے درمیانی عرصے میں مغرب میں انتہائی تسلسل کے ساتھ اسلام کے خلاف زہر اگلتی کتابیں تحریر کی گئیں، میڈیا کی ترقی ہوئی تو اسلام کے خلاف اشتعال انگیز خبریں شائع ہونے لگیں، اور مسلم منافرت کی فلمیں بھی بنائی جانے لگیں، یہ ایک مضبوط اور بھرپور میڈیائی پروپیگنڈا کا دور تھا، اور اس کا بنیادی مقصد مغرب میں اسلام مخالف جذبات کو ابھارنا اور مسلمانوں کو ایک خوف و دہشت کی تصویر بنا کر پیش کرنا تھا، جسے اصطلاحی طور پر ''اسلاموفوبیا'' بھی کہا جاتا ہے۔

حیرت انگیز طور پر دنیا کو انسانیت کا درس دینے والے مغرب میں آج بھی ۶۰ سے ۷۰ فیصد تحریریں مسلم بیزاری اور اسلام دشمنی پر لکھی جاتی ہیں، قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات کو غلط تشریحات دے کر پھیلایا جاتا ہے، وقتاً فوقتاً ایک خاص منصوبے کے تحت مسلمانوں کی شہ رگ پر حملے کرنے کے لیے ناموس رسالت کی بے حرمتی جیسے اقدامات بھی کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر کمزور کیا جاسکے، چنانچہ ان کی اعصاب شکنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔

مغرب کی مسلم دشمنی کو پرکھنے کے لیے اٹلانٹا میں ہونے والے یہودیوں کے ایک بڑے مذہبی اجتماع میں ایک یہودی ربی کا یہ خطاب ہی اس کی بڑی عکاسی کا باعث ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کھلے اعلان جنگ کے طور پر دنیا کی سماعتوں سے ٹکرایا۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''ہمارا دشمن جو بظاہر انسانی چہرہ مہرہ رکھتا ہے لیکن درحقیقت اس کا دل، اس کی روح بالکل غیر انسانی ہے، یہ ایک ایسی بلا ہے، یہ ایک ایسی آفت ہے جو ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے، پچاسملین مسلمان جو قرآن اٹھائے، منہ سے اللہ اکبر کے کلمات جاری کرتے ہمارے گلے کاٹ رہے ہیں۔ ہمیں ان سے نفرت ہے لیکن محض نفرت سے کام نہیں چلے گا، ہمیں ان کا

قلع قمع کرنا ہوگا بغیر یہ سوچے کہ سب مسلمان دہشت گرد نہیں، ہمیں اسپین کی طرح انہیں جڑ سے اکھاڑنا ہوگا، ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے کہ اسرائیل ہماری جنگ لڑ رہا ہے، ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے کہ امریکہ ہمارا ساتھ دے رہا ہے، خدا اسرائیل اور امریکہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے''۔

ایک معروف عیسائی جریدہ میں چھپنے والے مضمون کی چند سطریں بھی ملاحظہ ہوں:

"عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ امن سے رہنا ناممکن ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنالیا جائے یا اپنے ملک سے باہر نکال پھینکا جائے، اگر ایسا ممکن نہیں تو تیسرا راستہ ان کی نسل کشی کا ہے۔''

مذکورہ مثالوں سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ انتہاپسند یہودی وعیسائی مسلم نسل کشی کے اندلسی ماڈل کو کس قدر قابل تقلید سمجھتے ہیں، اسی اندلسی ماڈل کی پیروی کرتے ہوئے مختلف ممالک میں مسلمانوں کے قتل عام یا ان کی نسل کشی کی مختلف کوششیں کی جاچکی ہیں۔

بوسنیا میں مسلمانوں کے صفایا کی جو کوششیں کی گئیں اور ان کے خون سے جس طرح ہولی کھیلی گئی، ان واقعات نے کرب اور دل افگاری کے ناقابل بیان حالات کی داستان رقم کی ہے، سربوں نے تقریباً دو لاکھ نہتے مسلمانوں کو انتہائی وحشیانہ طریقے سے صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا، افغانستان اور عراق پر امریکی جنگ میں بھی لاکھوں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

فلسطین میں ۱۹۴۸ء سے لے کر اب تک نہتے فلسطینی جوانوں، بوڑھوں، اور بچوں کے گرتی لاشیں مغرب اور عالمی مغربی اداروں کی بے حسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

برما میں بدھ مت قوم نے اپنے امن وآشتی کے مذہبی درس کو فراموش کرکے جس طرح مسلمانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا، وہ بھی سب کے سامنے ہے۔

مغرب سے باہر نکل کر دیکھیں تو باقی غیرمسلم دنیا بھی اسی ماڈل کی گرویدہ دکھائی دیتی ہے، ہمارے ملک میں ایک معروف انگریزی اخبار کے ایک غیرمسلم جرنلسٹ نے اپنے ایک مضمون کے ذریعے اس ماڈل کو عیاں کرنے کی جسارت کچھ اس طرح کی ہے:

''ہندوستان میں آریہ سماج، راما کرشنا مشن، وشوا ہندو پریشد اور اب بھارتیہ جنتا پارٹی نے مسلم نسل کشی کا اسپینی ماڈل اپنا رکھا ہے، یہ ہندو مسلم فسادات کی آڑ میں مسلم اقلیت کو ظلم و جبر کا نشانہ بناتے ہیں، انہیں اور ان کے گھر بار کو فسادات کی آڑ میں جلا دیا جاتا ہے، 5 فیصد مسلمان تو ہندو سماج کا حصہ بننے پر مجبور ہے لیکن ۹۵ فیصد کا کوئی پرسان حال نہیں، یہ طبقہ انتہائی غربت اور پسماندگی کے ساتھ ساتھ انتہا پسندوں کے مظالم سہنے پر بھی مجبور ہے، یہاں مسلم سیاسی جماعتیں ہندو جماعتوں کا دم چھلا رہی ہیں، چند ایسے مسلم لیڈران ہیں جو مسلمانوں کی ثقافتی شناخت کا دفاع کرتے ہیں لیکن یہ لیڈران بھی اسلام کو تحفظ دینا چاہتے ہیں مسلمانوں کو نہیں۔''

ہندستان کی کئی ریاستوں مثلاً گجرات، بہار، احمد آباد، حیدرآباد وغیرہ میں مسلمانوں کی نسل کشی کے ان گنت واقعات ہو چکے ہیں، محض کشمیر میں ہی ۱۹۸۹ء سے لے کر اب تک ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کیا جا چکا ہے۔

ان تمام صورتحال پر ترقی یافتہ اور نام نہاد جمہوری معاشرے عجیب طرح کی چپی سادھے رہے، انہیں عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں کی انتہا پسندی یا دہشت گردی ذرہ برابر بھی دکھائی نہیں دیتی، کبھی کبھی ہیمنت کرکرے جیسا بہادر آفیسر یا گوری لنکیش جیسی باضمیر صحافیہ حقائق کو طشت از بام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو انھیں پراسرار طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

اعتدال پسند مغربی مفکرین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ دنیا بھر میں جب بھی کوئی دہشت گردانہ واقعہ پیش آتا ہے تو ایک خاص منصوبہ بندی کے ذریعہ اسے مسلمانوں کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے، اور پھر اس واقعہ کا ایک ہی رخ مغربی معاشرہ اور باقی دنیا کے سامنے رکھا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کے خلاف اٹھائے جانے والے ہر اقدام کو مغربی عوام کی تائید حاصل رہے، اسی سازش کا حصہ ہے کہ خود اسلامی ملکوں میں بھی ایک

خاص پڑھی لکھی سیکولر سوچ پیدا کر کے اسے مسلمانوں کی معاشرت اور تمدن کے خلاف شر انگیزی اور منافرت پھیلانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

یہ بہت ہی عجیب اور حوصلہ شکن بات ہے کہ اسلاموفوبیا یا مسلم نسل کشی کے خلاف خود مغرب میں بعض لوگ سوال اٹھاتے ہوئے پائے جاتے ہیں مگر ہمارے ''روشن خیال مفکرین'' اسے ایک فرسودہ اور خام خیالی پر مبنی سوچ قرار دیتے ہیں، اور مغرب کی اسلام دشمنی کو محض ''شدت پسند مولویوں'' کا ذہنی اختراع گردانتے ہیں، اس تناظر میں اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ہماری ہر کمزوری، ہر خامی اور ہر شکست کے لیے مغرب کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایک لمحہ کو یہ بھی مان لیں کہ ہماری پسماندگی اور ہمارے سنگین مسائل میں مغرب کا کوئی ہاتھ نہیں، پھر بھی مغرب کی اس دوہری پالیسی کی حقیقت اپنی جگہ موجود رہے گی جو کسی غیر مسلم ملک میں حملے کے وقت کچھ اور ہوتی ہے اور کشمیر، فلسطین یا شام میں بے گناہ، نہتے مسلمانوں کا خون بہہ جانے پر کچھ اور! اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم رہے گی کہ مسلمان مغرب کی عسکری، تہذیبی اور معاشی جارحیت کا شکار ہیں، اور کئی صدیوں سے ان کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے۔

آج مغربی طاقتیں اسلام کی نفرت میں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ وہ خود بھی ایک خاص ذہنی کیفیت اور اعصابی تناؤ کا شکار ہیں، درحقیقت انہیں مسلمانوں کی پھیلائی ہوئی ''نام نہاد دہشت گردی'' کا خوف نہیں بلکہ اسلام کے تیزی سے پھیلنے کا خوف لاحق ہے، اسلام جس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے، یہ چیلنج مغرب کی راتوں کی نیند اڑا چکا ہے، ایک اندازے کے مطابق یوکے اور فرانس میں پچھلے دس برسوں میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا ہے، جرمنی و امریکہ میں ہر سال تقریباً بیس ہزار افراد اسلام قبول کررہے ہیں، ممکن ہے کہ اعداد وشمار میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن اس حقیقت سے انکار کی بالکل گنجائش نہیں کہ نائن الیون کے واقعہ کے بعد مغربی معاشرہ میں اسلام کے مطالعہ کی عمومی فضا قائم ہوئی ہے، اور بہت سے لوگوں نے اسلام کے خلاف مغربی پروپیگنڈہ کے ردعمل میں اسلام کا مطالعہ شروع کیا، اور مختصر سی مدت میں اسلام کے نام لیوا بن گئے۔

بلاشبہ مغرب کے جارحانہ و پرتشدد رویہ کا منطقی جواب پرتشدد ہی ہونا چاہیے لیکن چونکہ اسلام امن پسندی کا عملی دعویدار ہے اور مسلمانوں کا وجود امت دعوت کی حیثیت سے ہے اس لیے کسی بھی پرتشدد اور غیر انسانی طریق کو اختیار کرنا اسلام کی نظر میں سنگین جرم ہے، اس لیے مغرب کی طرح پرتشدد راستوں پر چلنے کے بجائے اس کا مقابلہ جرأت ایمانی، مؤثر وسائل اور ٹھوس دلائل کے ذریعہ کرنا ہوگا، اور اس کے لیے سب سے پہلے خود کو مجرم یا کمزور سمجھنے کی ذہنیت کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اگر ہم آج کسی سازش کا شکار ہیں تو اس سازش کے کامیاب ہونے میں کسی حد تک ہماری کوتاہیوں کو بھی دخل ہے، ہم بڑی حد تک احساس کمتری کا شکار ہیں اس لیے اپنے آپ کو کوسنے کے بجائے ایک نئے احساس میں داخل ہونے کی ضرورت ہے؛ اور وہ ہے خود اعتمادی، اسلامی ثقافت وتمدن پر فخر وسکون، اور روحانی طور پر اسے قبول کر کے اسی کی روشنی میں اپنے نئے کردار تخلیق کرنا۔ اسی کے ذریعے مسائل کے حل کی جدید اور قابل قبول راہیں دریافت ہوسکیں گی اور اسی کے ذریعے گمراہ لوگوں کو جو متشدد راستوں کو اپنی نجات بنا چکے ہیں، جو بہکاوے میں آکر اپنا اور اپنوں ہی کا لہو بہانے لگے ہیں، ان کی بھی اصلاح ہو پائے گی، اور سب سے بڑھ کر مغرب کے جارحانہ پالیسیوں اور متعصب پروپیگنڈوں کا سد باب ممکن ہو سکے گا۔

سہ روزہ تربیتی کیمپ

مولانا محمد راشد گورکھپوری
استاذ شعبہ تحفظ ختم نبوت مظاہرعلوم سہارنپور

مورخہ ۲۴؍تا ۲۶؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴؍تا ۱۶؍نومبر ۲۰۱۷ء جامعہ مظاہرعلوم میں تربیتی کیمپ منعقد ہوا جس میں ہریانہ وپنجاب کے مختلف قصبات ودیہات میں قائم مکاتب دینیہ کے معلمین شریک ہوئے، جامعہ میں انہیں قراءتِ قرآن کی مشق کرانے کے ساتھ تدریس کا طریقۂ کار سمجھایا گیا اور پنجاب میں فتنۂ قادیانیت کی خاص سرگرمی کے پیش نظر انہیں تحفظ ختم نبوت اور ردقادیانیت کی بھی تربیت دی گئی، آخری دونشستوں میں جامعہ مظاہرعلوم کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب زیدمجدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہرعلوم کے پرمغز بیانات ہوئے، سردست حضرت ناظم صاحب زیدمجدہ کے بیان کا خلاصہ افادۂ عام کی غرض سے حوالۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

غفلت میں بھی اللہ کا نام لینا فائدہ سے خالی نہیں

حمد وصلوٰۃ کے بعد: آپ حضرات اسی نیت سے یہاں آئے ہوئے ہیں تا کہ دین کا فائدہ ہو، اسلئے آپ اپنے وقت کو قیمتی بنائیں یہاں دین سیکھیں اور اپنے مکاتب میں بچوں کو سکھائیں، دین کا فائدہ تو ہر حال میں ہوگا خواہ آپ اس کی نیت کریں یا نہ کریں لیکن جسے اجر وثواب کہتے ہیں وہ بہر حال نیت پر موقوف ہے البتہ فائدہ سے کوئی صورت خالی نہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ کوئی آدمی اللہ کا نام خواہ کتنی ہی غفلت سے لے اللہ کا نام اثر کئے بغیر نہیں رہتا حالانکہ اللہ کا نام توجہ سے لینے کے قابل ہے۔ بے توجہی سے نہیں، ہمارا حال عام طور پر ایسا ہی ہے کہ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں تب بھی غافل ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ غفلت میں بھی اللہ کا ذکر کام آنیوالا ہے تو اگر دھیان سے اللہ کا ذکر کیا جائے تو کتنا نفع

ہوگا؟ آپ یہاں اسی وجہ سے آئے ہیں تا کہ دینی نفع عام ہو اسلئے اپنے آنے کو یہاں وصول کریں ۔ یہاں جو علمی و دینی نفع ہوا ہے جب آپ اس پر عمل کریں گے تو اس کی برکت دیکھیں گے کیونکہ برکت کا تعلق اللہ تعالی سے ہے، ہم سے اور آپ سے نہیں، آپ کی محنت و نیت پر اللہ کیا برکتیں دیتے ہیں یہ آپ کا اور اللہ کا معاملہ ہے اسلئے کہ آدمی کو ہمیشہ اپنا معاملہ اللہ سے درست رکھنا چاہئے کیونکہ دینے والی ذات اللہ کی ہے ہم اور آپ بہانہ و ذریعہ ہیں۔

مدرسوں کے اصول وضوابط الہامی ہیں

آپ جہاں مکاتب میں پڑھا رہے ہیں، مکاتب کے اصول وضوابط کا خیال رکھیں۔ ہمارے بزرگوں نے پڑھنے پڑھانے کے جو قواعد اور طریقے ہمیں دئے ہیں وہ قابل قدر ہیں، میں نے اپنے کانوں سے سنا، حضرت مولانا قاری طیب صاحب نور اللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو اصول وضوابط ان مدرسوں میں ہیں اللہ نے ہمارے بزرگوں پر انہیں الہام فرمایا ہے ہمیں کیا کرنا ہے؟ کس طرح طرح پڑھانا ہے؟ اس کے آداب کیا ہیں؟ یہ الہام کی روشنی میں انہیں بتایا گیا ہے یاد رکھیں ایک وحی ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی طرف سے ملتی ہے جس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا بلکہ قطعی و یقینی ہوتی ہے اور ایک الہام ہے جو اللہ تعالی بندہ کے قلب پر ڈالتے ہیں اس میں غلطی و خطا کا بھی احتمال ہوتا ہے اور یہ ظنی ہوتا ہے لیکن جو باتیں اللہ کی طرف سے دل میں ڈالی جائیں وہ سب قیمتی ہوتی ہیں۔

اسلام کا چراغ بجھ نہیں سکتا

ہریانہ و پنجاب کے جن علاقوں میں آپ خدمت انجام دے رہے ہیں یہ علاقہ آپ سے بڑی محنت کا طالب ہے یہی وہ علاقہ ہے جہاں قادیانیت کے فتنہ نے جنم لیا۔ ردقادیانیت کے اعتبار سے ہمارے یہاں جو اساتذہ کرام ہیں اس معاملہ میں ان کی خدمت لی جائے۔ آپ نے مختلف نشستوں میں جو کچھ سیکھا ہے شعبہ میں جا کر اور بھی زیادہ سیکھنے کی کوشش کریں۔

یہ زمانہ باطل فرقوں کے پنپنے کا زمانہ ہے ہر طرف باطل کا ماحول ہے آپ کی آواز بس ایک چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی لَو کی سی ہے، بس اتنی سی روشنی ہے جو باقی ہے اور انشاء اللہ یہ روشنی کبھی بجھے گی نہیں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ اللہ کے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جلایا ہوا چراغ ہے اس چراغ کو بجھانے کیلئے چاروں طرف سے آندھیاں آئیں گی ہمارا کام ہے کہ ہم اس چراغ کو جلائے رکھیں۔ باطل آج کل اپنے پاؤں پھیلا رہا ہے ہمیں اس کے بارے میں کچھ شُد بُد ہونی چاہئے نہیں تو باطل آپ کو بالکل کمزور سمجھ کر آپ کے سامنے دندناتا پھرے گا اسلئے کہ وہ اس بات کا تجربہ کر چکا ہوگا کہ آپ کو کچھ معلوم نہیں، میں جس طرح قرآن کی مَن مانی تشریح کروں اور تاویل کے زور پر عوام کو جس طرف چاہوں موڑ دوں۔

تحفظ ختم نبوت کی اہمیت

رد قادیانیت کی تربیت دینے والے اساتذہ سے آپ نے جو کچھ بھی سیکھا اسے آپ محفوظ رکھیں، اس کا مذاکرہ کریں، شعبہ کے اساتذہ کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ آپ کو پمفلٹ بھی دیں یہ پمفلٹ قادیانیت کی جانکاری کیلئے آپ اپنے پاس رکھیں، بیکار نہ سمجھیں پڑھیں گے تو اس کا علم آپ کے پاس رہے گا، خدانخواستہ اگر کہیں مقابلہ کی نوبت آئی تو یہی پرچہ کام آئے گا۔ ضرورت پڑنے پر مزید پمفلٹ بھی یہاں سے لیجائیں ان چیزوں کی مختصر معلومات ہر مسلمان کو ہونی چاہئے بلکہ ہر مسلمان کیلئے یہ فرض ہے، حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ ہمارے اکابر علماء میں ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ لوگ ان کو چلتا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے۔ اتنے بڑے عالم اور غضب کی ذہانت کے مالک تھے کہ جس مسئلہ کو ایک دفعہ دیکھ لیا زندگی میں اسے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت نہیں آئی۔ انہیں کا واقعہ ہے کہ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء تقریباً

دس سال تک بھاولپور کے اندر اسلام اور قادیانت کے درمیان جو مشہور تاریخی مقدمہ چلا انہوں نے اس مقدمہ کی پیروی کی، عدالت کے اندر اپنے بیانات لکھوائے اور قادیانی ہفوات کا جواب دینے کیلئے درس حدیث کو مؤخر کردیا اور زندگی کے آخر ایام میں بیماری کی حالت میں قادیانت کا مقابلہ کرنے کی خاطر بھاولپور تشریف لے گئے اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ یہ کیسا سنگین فتنہ ہے؟ اور اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کس قدر محنت کی ضرورت ہے؟ اسلئے آپ اسے معمولی نہ سمجھیں یہ فتنہ چونکہ اس علاقہ میں پھیلا ہوا ہے جہاں آپ دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، اس وجہ سے ہمہ وقت مستعد رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سوچیں کہ جو لوگ کام کررہے ہیں کرنے دو، ہمارا کیا بگڑ رہا ہے؟ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ: ہم پر یہ بات کُھل گئی ہے کہ گلی کا کتّا بھی ہم سے بہتر ہے، اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کرسکیں''

اپنے نبی کی نبوت کی ہم حفاظت نہ کرسکیں لوگ ڈاکہ ڈالیں اور ہم خاموش بیٹھے رہیں یہ ایک مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا ہے جو قیمتی اور اہم مسائل ہیں، دین کے اہم مضامین اور دلائل ہیں ان کی تفصیلات کی جانکاری نہ ہو تو یہ چلنے والی بات ہے لیکن تھوڑی بہت جانکاری تو ہونی ہی چاہئے کہ اگر کوئی حملہ آور ہم پر چڑھ کر آوے تو اس کا جواب دے سکیں۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے شیاطین چاروں طرف پھیل کر کام کررہے ہیں یہ سلسلہ آقاء کریم کے زمانہ ہی سے چل رہا ہے اور کفر و ایمان کی جنگ اور حق و باطل کی لڑائی شروع سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی اور اس میں ہمارا امتحان بھی ہے اللہ تعالی یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم اور آپ حق کی حمایت میں کتنی قربانی دے سکتے ہیں؟ کتنا وقت لگا سکتے ہیں؟ کتنی دلچسپی سے کام کرسکتے ہیں؟ اسلئے ختم نبوت کی حفاظت اور ردقادیانیت والے کام کو آپ نے تین دن میں جو کچھ سیکھا اسے معمولی نہ سمجھیں کہ یہ ہمارے کام والائن کی چیز نہیں۔ یادرکھئے یہ چیز ہر جگہ کام آئے گی یہاں بھی اور آخرت میں بھی۔

نمازوں کے اوقات

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
معین مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

نماز وہ واحد شرعی فریضہ ہے جس کا کسی نہ کسی درجہ اہتمام تمام مسلمانان عالم کی زندگی میں پایا جاتا ہے، دین وشریعت سے دوری بلکہ بیزاری کے اس دور میں بھی شاید کوئی مسلمان عالم میں ایسا پایا جاتا ہو جو کبھی کوئی نماز نہ ادا کرتا ہو اور شاید ہی کوئی ایسا گھرانہ ہو جس میں ایک فرد بھی کسی وقت کی نماز پڑھنے والا نہ ہو، مگر اسی کے ساتھ یہ بھی طرفہ ہے کہ مدارس کے فارغین کے استثناء کے ساتھ شاید ہی محلہ وبستی میں کوئی ایسا شخص ہو جو نماز کے اوقات سے اس طرح کامل واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ شریعت نے ان اوقات کی تعلیم دی ہے، اس کا یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ جب دین کی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان ہی نہیں تو پھر نماز کے اوقات کا کیونکر علم ہو، مگر ''جنتری'' جس سے نماز کے اوقات کا علم دین کا علم حاصل کرنے پر موقوف نہیں، مسلمانوں کے گھرانے اس سے بھی خالی ہیں۔

عام مسلمانوں کے لئے نماز کے اوقات سے واقفیت کا واحد ذریعہ مساجد میں ہونیوالی اذانیں ہیں، انہیں کے ذریعہ ان کو ایک نماز کے وقت کے چلے جانے اور دوسری نماز کے وقت کے آجانے کا علم ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی وجہ سے مسجد میں اذان نہ ہو تو پھر لوگوں کی افراتفری قابل دید ہوتی ہے، وہ اپنی ناواقفیت کے ادراک واحساس کے بجائے مسجد کے مؤذن یا امام کی بازپرس شروع کردیتے ہیں، جو بسااوقات ان کی معزولی پر منتہی ہوتی ہے اس سے زیادہ براحال رمضان میں سحر وافطار کے اوقات کے علم کا ہے، جو جنتریوں کی اشاعت وتقسیم کے باوجود مساجد کے اعلانات پر منحصر ہوتا ہے، خصوصاً سحر کا اعلان چونکہ ایسے وقت ہوتا ہے جو نیند کا وقت ہے تو اس اعلان سے بہت سوں کو ایذاء بھی ہوتی ہے، جو بعض مرتبہ

فرقہ وارانہ لڑائی جھگڑے کا بھی سبب بن جاتی ہے، بلکہ اب تو ہندوستان کے ماحول میں اس قسم کے جھگڑے ہر رمضان کا معمول ہوتے جارہے ہیں، اس صورت حال کو فقط تعصب وتنگ نظری نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ اس میں کوتاہی خود ہم مسلمانوں کی بھی ہے، ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان بلکہ جانور بھی اس کی ایذاء سے محفوظ نہ ہوجائیں، اور نہ ہی شریعت نے کوئی ایسا حکم دیا ہے کہ اس پر عمل آوری کے لئے کسی کو ایذاء وتکلیف دینی پڑتی ہو، تو پھر ہمارے لئے یہ بات کس طرح جائز ہوسکتی ہے کہ ہم اپنے روزے اداء کرنے کیلئے لوگوں کی نیند میں خلل ڈالیں۔

بیشک نمازوں کے اوقات سے واقف کرانے اور پھر ان کی بروقت انجام دہی کا فریضہ مساجد کے ذریعہ بخوبی انجام پارہاہے اور مساجد کا قیام اور ان میں مؤذن وامام کا انتظام اسی لئے ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود ہر مسلمان کا یہ شرعی فریضہ ہے کہ وہ نمازوں کے اوقات سے خود واقف ہو اس پر جس طرح نماز فرض عین ہے اسی طرح اس پر یہ بھی فرض عین ہے کہ وہ نمازوں کے اوقات جانتا ہو، قرآن کریم میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ ''بیشک نماز مسلمانوں پر اپنے مقررہ وقتوں میں فرض ہے'' (النساء) یہ آیت نماز کی فرضیت کے ساتھ ان کے اوقات کے علم کی فرضیت پر بھی دلالت کررہی ہے، اسلئے اولاً تو نمازوں کے اوقات سے واقفیت اس طرح ضروری ہے، جس طرح شریعت نے ان کے اوقات مقرر فرمائے ہیں، یعنی گردش کے حساب سے، چونکہ سورج ہر جگہ موجود ہے اسلئے انسان اگر اس کی گردش کے لحاظ سے نمازوں کے اوقات کا علم رکھتا ہو تو وہ سفر، حضر، شہر اور جنگل ہر جگہ اس کے ذریعہ نمازوں کے اوقات بلا کسی آلہ یا جنتری کے جان سکتا ہے؛ اور اگر انسان اس سے واقفیت نہ ہو تو پھر دوسرے درجہ میں اس کے پاس جنتری ہونی چاہئے، جس کے ذریعہ وہ نمازوں کے اوقات جان سکے، کیونکہ اگر کوئی شخص کسی بھی طرح نمازوں کے اوقات سے خود واقفیت نہ حاصل کرسکتا ہو تو پھر ایسا شخص تارک فرض شمار ہوگا جس کا اُسے گناہ ہوگا۔

شریعت نے نمازوں کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کے جو اوقات مقرر کئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔

(۱) اوقات جواز: ان کا مطلب یہ ہے کہ ان اوقات سے پہلے یا ان کے بعد نماز ادا کرنا جائز نہیں، چنانچہ ان سے پہلے اداء نہیں ہوگی اور ان کے بعد قضاء شمار ہوگی۔

(۲) اوقات استحباب: یعنی وہ اوقات جن میں نماز اداء کرنا مستحب اور زیادہ موجبِ ثواب ہے۔

(۳) اوقات کراہت: یعنی وہ اوقات جن میں نماز اداء کرنا مکروہ اور ثواب میں کمی کا باعث ہے گو فریضہ اداء ہوجائیگا۔

کونسی نماز کس وقت میں پڑھنا جائز ہے؟ کس وقت میں مستحب ہے؟ اور کس وقت مکروہ ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

فجر کا وقت

وقت جواز: صبح صادق سے لیکر طلوع شمس تک۔ رات کے آخری حصہ میں آسمان کے بیچ میں ستون نما ایک روشنی نمودار ہوتی ہے اس کو صبح کاذب (جھوٹی صبح) کہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد پھر اندھیرا چھا جاتا ہے، اس کے کچھ دیر بعد آسمان کے کناروں پر روشنی نمودار ہوتی ہے، جو بڑھتے بڑھتے پورے آسمان پر پھیل جاتی ہے اور پھر سورج نکل آتا ہے، جس وقت اس روشنی کا ظہور ہوتا ہے اسکو ''صبح صادق'' (سچی صبح) کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد واقعۃً صبح ہوجاتی ہے۔

وقت استحباب: صبح کی روشنی اچھی طرح پھیل جانے پر یعنی سورج نکلنے سے کم وبیش آدھ گھنٹہ پہلے، البتہ رمضان میں صبح صادق کے فوراً بعد ہی پڑھ لینا زیادہ مناسب ہے، تاکہ نیند کی وجہ سے فوت نہ ہوجائے۔

وقت کراہت: اس نماز کا کوئی وقت مکروہ نہیں۔

ظہر کا وقت

وقت جواز: زوال شمس (سورج ڈھلنے) سے لیکر ہر چیز کا سایہ دوگنا ہونے کے وقت تک۔

سورج مشرق سے نمودار ہوتا ہوا آسمان کے بیچوں بیچ پہنچ کر جیسے ہی مغرب کی جانب جھکتا ہے اسکو ''زوال شمس'' کہتے ہیں، اس وقت سے نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے جو اُس وقت تک

باقی رہتا ہے جب تک مشرق کی جانب ہر چیز کا سایہ اُس سے دوگنا دراز ہو، یہ دوگنا سایہ اُس سایہ کے علاوہ ہے جو سورج کے بالکل آسمان کے بیچ میں ہونے کے وقت کسی چیز کا ہوتا ہے، مثال کے طور پر کوئی چیز ایک فٹ کی ہے اور جس وقت سورج آسمان کے بیچ ہوتا ہے اسوقت اس کا سایہ ایک بالشت ہوتا ہے، تو جیسے ہی اُس چیز کا سایہ مشرق کی جانب ایک بالشت بڑھے گا توظہر کا وقت شروع ہوگا اور جب دوفٹ ایک بالشت دراز ہوجائیگا توظہر کا وقت ختم ہوجائیگا۔

وقت استحباب: سردی کے موسم میں وقت ہوجانے کے بعد جلد از جلد پڑھنا اور گرمی میں اتنی تاخیر سے کہ سورج کی تپش کچھ ہلکی پڑ جائے۔

وقت مکروہ: اس نماز کیلئے بھی کوئی وقت مکروہ نہیں؛ مگر بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو کبھی ہر چیز کا سایہ اُس سے ایک گنا ہونے سے مؤخر نہ کیا جائے، کیونکہ اسقدر تاخیر سے یہ نماز عام فقہاء کے نزدیک ادا نہیں ہوتی۔

عصر کا وقت

وقت جواز: جب ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنے سے زائد ہونے لگے تو عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، جو سورج کے ڈوبنے تک رہتا ہے۔

وقت استحباب: وقت ہوجانے کے بعد ذرا تاخیر سے، مگر اس قدر تاخیر نہ ہو کہ سورج زرد پڑ جائے۔

وقت کراہت: سورج زرد ہونے کے بعد، ڈوبنے سے ۲۰ — ۲۵ منٹ پہلے زرد ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

مغرب کا وقت

وقت جواز: سورج ڈوبتے ہی مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے جو آسمان کے بالکل سیاہ ہوجانے تک رہتا ہے، سورج ڈوبنے کے بعد کچھ دیر تک (تقریباً آدھ گھنٹہ) آسمان زرد رہتا ہے، اس کے بعد کم وبیش ایک گھنٹہ کچھ سفید سا رہتا ہے، پھر بالکل سیاہ ہوجاتا ہے، سیاہ ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

وقت استحباب: غروب شمس کے فوراً بعد، اسلئے اس نماز میں اذان ونماز کے درمیان دیگر نمازوں کے برخلاف محض اتنا وقفہ ہوگا کہ اذان کے بعد دعاء پڑھی جاسکے اور جس نے اذان کا جواب نہ دیا ہو وہ جواب دے سکے، اور اس قدر بھی وقفہ نہ کرنا مکروہ ہے۔

وقت کراہت: آسمان پر ستاروں کے پھیل جانے کے بعد، البتہ رمضان میں اگر تاخیر ہوجائے تو کوئی کراہت نہیں۔

عشاء کا وقت

وقت جواز: غروب کے بعد جب آسمان سیاہ ہوجائے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے جو صبح صادق کے نمودار ہونے تک رہتا ہے، مگر عشاء کی نماز تہائی رات تک یا زائد سے زائد آدھی رات تک پڑھ لینی چاہئے۔

وقت استحباب : رات کا تہائی حصہ گزر جانے پر۔

وقت کراہت : آدھی رات کے گزر جانے کے بعد۔

وتر کا وقت

وقت جواز: اس نماز کا وقتِ جواز بعینہ وہ ہے جو عشاء کی نماز کا ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ پہلے عشاء کے فرض اداء کئے جائیں اور اس کے بعد وتر، اگر قصداً اس کا برعکس کیا گیا تو وتر اداء نہیں ہوں گے۔

وقت استحباب: رات کے آخری حصہ میں، بشرطیکہ بیدار ہو یا بیدار ہوجانے کا قوی امکان ہو۔

وقت کراہت : اس نماز کا کوئی وقت مکروہ نہیں۔

جمعہ کا وقت

وقت جواز : اس نماز کا وقت جواز بعینہ وہ ہے جو نماز ظہر کا ہے۔

وقت استحباب: زوال شمس کے فوراً بعد، خواہ موسم سردی کا ہو یا گرمی کا۔ لہٰذا جن مساجد میں تاخیر سے نماز جمعہ ہوتی ہے وہ مناسب نہیں۔

وقت کراہت : اس نماز کیلئے بھی ظہر کی طرح کوئی وقت مکروہ نہیں۔

اوقات ممانعت

کچھ اوقات وہ ہیں جن میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، ایسے اوقات دو طرح کے ہیں:

(الف) بعض اوقات وہ ہیں جن میں فرض ونفل ہر نماز پڑھنا منع ہے، ایسے تین اوقات ہیں:

(۱) سورج نکلنے کے وقت: یہ دورانیہ کم وبیش ۱۵ منٹ کا ہوتا ہے اس وقت جو نماز پڑھی جائے گی یا پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورج نکل آئیگا تو نماز اداء نہیں ہوگی، اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، البتہ اس وقت جو نماز پڑھنے میں مشغول ہو اس کو منع بھی نہیں کرنا چاہیئے، نہ بذات خود اور نہ بذریعہ اعلان۔

(۲) سورج کے بالکل آسمان کے بیچ میں ہونے کے وقت، جس کو ''استواء شمس'' کہتے ہیں یہ دورانیہ محض دو چار منٹ کا ہوتا ہے، اس کے فوراً بعد ''زوال شمس'' ہوجاتا ہے جس سے نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے، لہٰذا لوگوں میں جو زوال کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی بات مشہور ہے وہ غلط ہے اور اوقات صلوٰۃ سے غفلت کا نتیجہ ہے، نماز پڑھنا ''استواء شمس'' کے وقت منع ہے نہ کہ ''زوال شمس'' کے وقت۔

(۳) سورج کے ڈوبنے کے وقت: یہ دورانیہ بھی سورج نکلنے کے برابر ہوتا ہے، البتہ اس وقت اُسی دن کی عصر پڑھی جاسکتی ہے جس دن کا یہ سورج ڈوب رہا ہے، جو کراہت کے ساتھ اداء ہوجائے گی، باقی کوئی نماز اس وقت میں اداء نہیں ہوگی۔

(ب) بعض اوقات وہ ہیں جن میں صرف نفل نماز پڑھنا منع ہے اور فرض پڑھنے کی اجازت ہے، ایسے دو وقت ہیں:

(۱) صبح صادق سے لیکر سورج کے نکلنے تک: اس وقت میں فجر کے فرض کے علاوہ اس سے قبل فقط دو سنتیں پڑھی جائیں گی، اس کے علاوہ کوئی اور نفل نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، نہ فجر سے پہلے اور نہ فجر کے بعد۔

(۲) عصر کی نماز کے بعد: عصر کے فرض سے فراغت کے بعد بھی نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

متفرق مسائل

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ننگے سر نماز پڑھنے اور اس کی عادت بنا لینے کا حکم

واضح رہے کہ ٹوپی پہننا اور سر ڈھانپنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اسلامی شعار میں سے ہے، کسی مسلمان کا ننگے سر رہنا خلاف سنت اور شعائر اسلام کے خلاف ہے، البتہ جہاں تک ننگے سر نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سہواً ایسا ہو جائے تو بلا کراہت نماز ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ایسا کرے اور عادت بنا لے تو یہ خلافِ سنت اور مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے۔

ناخن، بال کٹوانے، تیل وخوشبو لگانے کا مسنون طریقہ

ناخن کاٹتے وقت انگلیوں کی ترتیب کسی حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں، البتہ فقہاء نے بہتر طریقہ یہ لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے شروع کرے اور ترتیب وار چھوٹی انگلی تک کاٹے، پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے لے کر انگوٹھے تک بالترتیب کاٹے، آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹے اور پیروں کے ناخن کاٹنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے ابتدا کرے اور بالترتیب بائیں پیر کی چھوٹی انگلی تک کاٹے۔

سر کے بال کٹوانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سر کے دائیں جانب سے ابتدا کی جائے اور پورے سر کے بالوں کو منڈوایا جائے یا کتروایا جائے، سر کے بعض حصہ کے بالوں کو کتروانا اور بعض کو چھوڑنا، اسی طرح کچھ بال کم اور کچھ زیادہ کتروانا درست نہیں ہے۔

تیل لگانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں ڈال کر بھنوؤں سے ابتدا کرے، پھر آنکھوں (کے پپوٹوں) پر اور پھر سر پر لگائیں۔

خوشبو لگانے کا کوئی خاص طریقہ تو روایات میں نہ مل سکا، البتہ سر مبارک، چہرہ مبارک، داڑھی مبارک اور ہاتھوں پر خوشبو لگانا روایات سے ثابت ہے، بہرحال جسم پر کہیں بھی لگانے سے سنت پر عمل ہوجائے گا۔

تعزیت کا مسنون طریقہ

تعزیت کا مقصد اقارب میت کے ساتھ غم خواری کرنا، ان کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا ہے، اس کے لیے حدیث شریف میں یہ دعا: **أعظم الله أجرک وأحسن عزائک وغفر لمیتک**'' ثابت ہے، اس موقع پر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے، اس کے علاوہ اس طرح کا کوئی دوسرا مضمون بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، جس سے اقاربِ میت کا غم ہلکا ہو، تسکین ہو اور فکر آخرت پیدا ہو، یہی تعزیت کی اصل حقیقت ہے، البتہ مروجہ طریقہ پر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا کرنا، یا میت کے ورثاء کا آنے والے لوگوں سے کہہ کر اس طرح دعا کروانا ثابت نہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، اس میں اختلاف نہ کیا جائے ایک دوسرے کو نرمی سے بتا دیں کہ ایسا نہ کریں، مروجہ طور طریقوں سے بچتے ہوئے اہلِ میت کے گھر پر جا کر تعزیت کی جاسکتی ہے۔

بائل کی اسکرین پر موجود قرآنی آیات بے وضو چھونے کا حکم

واضح رہے کہ ٹچ اسکرین والا موبائل ہو یا دوسرا، جب قرآنی آیات سامنے موجود ہوں، تو اسکرین کو بے وضو چھونا جائز نہیں، بقیہ موبائل کور، باڈی سمیت غلاف متصل کے حکم میں نہیں، لہٰذا بقیہ موبائل کو بے وضو ہاتھ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔